85 10/1972

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی دینی مجلہ

ماہنامہ

الحق

زیر سرپرستی

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک ضلع پشاور

مدیر سمیع الحق

لہٗ دعوۃ الحق
قرآن وسنت، کی تعلیمات کا علمبردار

فون نمبر: دارالعلوم — ۴ | فون نمبر: رہائش — ۲

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد نمبر : ۸ | مدیر | رمضان المبارک : ۱۳۹۲ھ
شمارہ نمبر : ۱ | سمیع الحق | اکتوبر : ۱۹۷۲ء

اس شمارے میں

نقش آغاز — شیعہ نصاب، دوسرا ربوہ، قذافی، ثقافتی طائفے	سمیع الحق	۲
فریضۂ رمضان کی حکمتیں	ابوالحسن علی ندوی	۷
سرورِ کائنات کی پسندیدہ غذائیں	حکیم آفتاب احمد قرشی۔ ایم۔ اے	۱۳
عائلی قوانین نے ظلم کیا ہے۔ (قومی اسمبلی میں تقریر)	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ	۱۶
قومی اسمبلی میں سوالات اور جوابات	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ	۲۱
مسترد شدہ سوالات	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ	۳۳
قانون سازی کا حق کسے حاصل ہے۔؟	علامہ شمس الحق افغانی	۳۶
مرزائیوں کی غیر ممالک میں ریشہ دوانیاں	محمد اقبال کاشغری	۴۳
خلیفۂ ربوہ اور ختم نبوت	شاہد تسنیم ایم۔ اے	۴۸
تبلیغی کام کی اہمیت (رائے ونڈ میں تقریر)	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ	۵۰
حیرتی علمی اور مطالعاتی زندگی۔	مولانا لطافت الرحمٰن سواتی	۵۵
شیعہ مطالبات	اہل سنت	۶۱

ناشر: سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ — مقام اشاعت: دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
طابع: منظور عام پریس پشاور — پرنٹر: محمد شریف — کتابت: اصغر حسین

فی پرچہ ۷۵ پیسے

مغربی و مشرقی پاکستان سے سالانہ ۸/ روپے | غیر ممالک بحری ڈاک ایک پونڈ ہوائی ڈاک دو پونڈ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

اب کے الحق شہرِ رمضان سے اپنی زندگی کی نئی اور آٹھویں منزل میں قدم رکھ رہا ہے۔ ولہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ ومنہ التوفیق والھدایۃ۔

ــــ یہ مہینہ جو برکت و رحمت اور خیر و ہدایت کا سرچشمہ ہے کیا عجب اس مناسبت سے الحق کے نئے سال کا ہر لمحہ اس کے قارئین کے لئے رشد و صلاح اور ہر لحظہ ملت کی فلاح و ہدایت کا ذریعہ بن جائے وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

ہم جن حالات میں اس راہِ پُرخطر پر گامزن ہوئے اور جن نامساعد حالات میں اس دشتِ پُرخار کی بادہ پیمائی کرتے رہے ہیں، اور جن تند و تیز طوفانوں میں حق کی یہ شمع اب بھی روشن کئے ہوئے ہیں، اسکی تفصیل کا نہ وقت ہے، نہ ضرورت، نہ زبانِ قلم کو یارائے شکوۂ احوال ہے، نہ خدائے بزرگ برتر کی کرم فرمائی اور دستگیری کے مقابلہ میں ان احوال و شکایات کی کوئی نسبت ـــ جس ربّ ذوالجلال نے اب تک اس شمع کو فروزاں رکھا وہ آئندہ بھی اپنی دستگیری سے نوازتا رہے گا۔ اور وہ جب تک چاہے گا۔ الحق مسلمانوں کی خیر و صلاح اور اسلام کی اشاعت کا ذریعہ بنا رہے گا ـــ وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔ دعا فرمائیے کہ اس کی دستگیری اور توفیق سے کسی لحظہ محرومی نہ ہو۔

★

ہم نے پچھلے شمارہ میں شیعہ نصاب کی علیحدگی اور شیعہ مطالبات کے خطرناک عواقب پر کچھ روشنی ڈالی تھی۔ اب حکومت کی تشکیل کردہ دینیات کمیٹی کے کچھ رہنما اصول سامنے آئے ہیں، اور کافی حد تک وہی ہو کر رہا جسکا ہمیں ڈر تھا۔ ہم تو اصولاً اس قسم کے مطالبات کو درخورِ اعتنا سمجھنا، اس کے لئے کمیٹی تشکیل کرنا اور اسے زیرِ غور لانا ہی ملک و ملت کے افتراق کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ پھر طرفہ تماشہ یہ کہ کمیٹی اور اس کے ضمنی ورکنگ گروپ میں شیعہ سنی ارکان کو بالکل اس طرح مساوی نمائندگی مل گئی کہ گویا شیعہ اس ملک کی نصف آبادی ہو۔ اس وقت کمیٹی کی تفصیلات ہمارے سامنے نہیں ہیں مگر ہم اتنا کہہ سکتے ہیں کہ ان مطالبات کو اتنی اہمیت دیکر ملت کا شیرازہ منتشر کرنے کی سعی کر دی گئی ہے۔ اب ردِعمل میں اہلِ سنت کے جائز حقوق اور مطالبات اور شیعہ حضرات کو اس ملک میں ان کے الگ مقام

پر رکھنے کی جدوجہد کو بھی اسی تحمل اور رواداری سے برداشت کرنا چاہئے نہ کہ علیحدگی، افتراق اور انتشار برپا کرنے کی ساری تہمتیں اکثریت پر لگادی جائیں۔ شیعہ کی اس قسم کی سرگرمیاں یا تو اس ملک کو شیعہ سٹیٹ بنانے کا پیش خیمہ ہیں، یا شیعہ اپنے وقت کے ابن علقمی یحییٰ خان کے ادھورے منصوبے کو تکمیل تک پہنچاکر ہی دم لیں گے۔

~~~~~~~★~~~~~~~

مرزائی، قادیان کو ویٹی کن کا درجہ دینا چاہتے تھے۔ پھر بلوچستان کو قادیانستان بنانے کی جدوجہد ہوئی، ربوہ کو ریاست اندر ریاست بنایا گیا۔ وہاں کی پوری سرکاری مشینری کو اپنی رسوائے زمانہ تنظیم "محکمہ امور عامہ" کے ہاتھوں مفلوج کر کے رکھ دیا گیا۔ پورے پاکستان کے اہم سول اور فوجی کلیدی مناصب پر قبضہ جمایا گیا یا منصوبے بنائے گئے۔ پوری دنیا میں سامراج، صیہونیت اور قادیانی گٹھ جوڑ کے نتیجہ میں قادیانی اڈے قائم ہوتے چلے گئے۔ اب قادیانیوں کا نشانہ شمال مغربی سرحدی علاقے ہیں جہاں اب تک قدم نہیں جمایا جاسکا۔ مفتی محمود صاحب کی حکومت سے قبل ایبٹ آباد کے نواح میر پور منڈیاں میں مرزائیوں کی ہائی کمان نے سوا ڈیڑھ سو کنال زمین خرید لی جہاں خلیفہ کا گرمائی محل، مسجد اور دار التبلیغ کے علاوہ چھوٹا سا شہر بسانے کا منصوبہ بنایا گیا، تعمیرات شروع ہوئیں۔ مسلمانوں کو پتہ چلا تو غم وغصہ کے آثار پیدا ہوگئے۔ مقامی حکام سے فریاد رسی کی مگر جیسا کہ مذہب بیزار اور مادر پدر آزاد حکام کا شیوہ ہوتا ہے۔ عوام کو رواداری اور دیگر مذاہب کے احترام کا وعظ کیا گیا۔ اور وسیع النظری کی تلقین کی گئی۔ جبکہ خود ان کی تنگ ظرفی پر ان کی غیرت ایمانی بھی ہمیشہ شکوہ کناں رہتی ہے۔

الغرض اشتعال بڑھتا گیا، سرحد کے وزیر اعلیٰ کو علم ہوا تو فوری طور پر تعمیرات روکنے کا حکم دیا۔ ڈی سی نے شاید تعمیل کی۔ مگر پھر بھی تعمیرات کا سلسلہ جاری رہا۔ اس لئے کہ یہ کنٹونمنٹ ایریا ہے۔ جو صوبائی دسترس سے باہر ہے۔ اور مرکز ایسے امور میں بھی اپنے دائرہ اختیار میں دخل در معقولات گوارا نہیں کرتا۔ اور خود اگر چاہے تو رسوائے زمانہ ثقافتی طائفوں کی پوری فوج ظفر موج دوسرے صوبوں پر مرضی بغیر ٹھونس دیتا ہے۔

بہرحال ایبٹ آباد کے غیور بسور مسلمانوں کی حمیت وغیرت ایمانی کا لاوا پھٹ گیا، جلوس نکالے گئے، جلسے ہوئے، ۲۰ - ۲۵ ہزار افراد نے سر ہتھیلی پر رکھ کر عہد کیا کہ سرحد میں دوسرا ربوہ نہیں بننے دیا جائے گا۔ اس آتش فشاں کے پھٹنے کی خبر تک بھی کسی اخبار میں نہیں آنے دی گئی۔ اس لئے کہ ڈیفنس آف پاکستان رولز اب صرف تحفظ، مدعیان نبوت اور دجالین امت کے دفاع وحفاظت کے لئے رہ گیا ہے۔ لاوا پکتا جارہا ہے۔ صوبائی حکومت اپنی حد تک کوشش کر رہی ہے۔ اور ایسے
~~~~~~~

سب کچھ داؤ پر لگانا بھی پڑے تو اس کا فرض ہے کہ ناموسِ ختم نبوت پر ہزاروں حکومتیں قربان کی جا سکتی ہیں۔ مگر افسوس اور تعجب تو مرکزی حکومت پر ہے کہ وہ ایسے معاملات میں کیوں اتنی سرد مہری برت رہی، کیا وہ نام لیوایانِ ختم المرسلین کی غیرتِ ایمانی ایک بار پھر آزمانا چاہتی ہے۔

پچھلے دنوں ایسی خبریں بھی گشت کرتی رہیں۔ کہ مرکزی حکومت ایبٹ آباد کو فیڈرل ایریا میں شامل کر کے اپنی تحویل میں لینا چاہتی ہے۔ یہاں تک کہ مفتی محمود صاحب کو اخبارات میں بیان دینا پڑا کہ حکومت نے ایسا کوئی قدم اٹھایا تو سرحد کی حکومت مستعفی ہو جائے گی۔ ہمیں تعجب تھا کہ آخر حکومت کو اسلام آباد سے ۷۰ میل دور واقع ایک شہر کو فیڈرل ایریا میں شامل کرنے کی کیا ضرورت پڑی۔ مگر مرزائیوں کے اس "دوسرے ربوہ کے منصوبہ" نے یہ معمہ بھی ایک حد تک حل کر دیا۔ شاید مرکز کو یہ احساس نہ ہو کہ سرحد کے غیور مسلمانوں کی حسِ ایمانی اس معاملہ میں اتنی سرد نہیں ہوئی اور اگر ضرورت پڑی تو یہاں کے مسلمان ثابت کر کے دکھا دیں گے کہ وہ اس گئے گذرے دور میں بھی ناموسِ ختم نبوت پر ساری متاعِ کائنات لٹا سکتے ہیں۔

"مجھے جو فرحت اور لطفِ نماز اور تلاوتِ قرآن میں حاصل ہوتا ہے اور کسی عمل میں حاصل نہیں ہوتا۔ اللہ جل جلالہ کا نام زبان پر آتے ہی قلب ایک عجیب سا سکون پاتا ہے۔۔۔۔۔"

یہ کسی زاہد و عابد اور اصطلاحی صوفی اور متقشف بزرگ کی بات نہیں۔ یہ لیبیا کے مردِ آہن اسلام کے بطلِ جلیل کرنل معمر القذافی کی گفتگو ہے۔ جو انہوں نے لندن کے سنڈے ٹائمز کے نمائندہ خصوصی قلب نارمن کے اس سوال کے جواب میں فرمائی کہ آپ کے تفریحی مشاغل کیا ہیں ــــ وہ قذافی جو سرزمین طرابلس میں شیخ احمد سنوسیؒ کے خوابوں کی سچی تعبیر ہیں۔ جن سے عالمِ اسلام کی امیدیں وابستہ ہیں جو عربوں کو اسرائیلی ناسور سے نجات دلانا چاہتے ہیں، جو فقیرانہ زندگی گذارتے ہیں۔ جنہوں نے ملت کی نشاۃ ثانیہ کے لئے اپنی ہر آسائش و راحت قربان کر دی ہے۔ جن کا اوڑھنا بچھونا قرآن کی تلاوت اسکی اشاعت اور تعلیم ہے۔ وہ قذافی جنہیں بقول ان کے ایک رفیق کے "عظمتِ اسلام کا خبط ہے" ــــ کاش ! کہ عالمِ اسلام کو چند ایک اور خبطی مل جائیں۔ کاش کہ لیبیا کی چھوٹی سی آبادی جو ۲۰ لاکھ سے متجاوز نہیں کا ہر فرد قذافی بن جائے۔ تو مسلمانوں کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو کچھ سہارا مل سکے۔

اسی قذافی نے مذکورہ کا نفرنس ڈیولنگار کو یہ بھی کہا، قرآن حکمتوں کا منبع اور مرکز ہے وہ انسانی فطرت کے عین مطابق ہر ہدایت دیتا ہے۔ وہ محض انجیل کی طرح نہیں ہے جس میں شروع سے آخر

تک امن کی ہدایت ہے۔ قرآن جہاں امن و آشتی کا درس دیتا ہے۔ وہاں ضرورت محسوس ہونے پر اپنے دفاع کے لئے تشدد کی بھی صاف صاف اجازت دیتا ہے۔ یہ فیصلہ ہم پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ کہ ہمیں کہاں امن و آشتی کا ہاتھ بڑھانا اور کہاں تشدد کا مقابلہ تشدد سے کرنا ہے۔"

کرنل قذافی اس سوال کا جواب دے رہے تھے۔ کہ اللہ کی رحیمی اور رحمانی صفت کے ساتھ ساتھ جنگ و جدال کے کیا معنی ---؟ قذافی ایمان و یقین سے معمور ہیں۔ مغربی پروپیگنڈہ میں آکر ارتیابی ذہنیت کے مریض نہیں کہ اسلام کی تفسیر میں تاویل اور معذرت کا انداز اختیار کریں۔

انہوں نے جہاد کی حقیقت سمجھائی اور جری انداز میں کہا:

"ہم جب آزادی کی جنگ لڑتے ہیں تو صرف عربوں اور مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ ساری نوع انسان کے لئے سمجھ کر جہاد کرتے ہیں۔ خدا کا کلام قرآن حکیم سب کے لئے ایک سا پیغام اور ایک سی ہدایت ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو اس میں اور دوسری کتاب میں امتیاز ہی کیا ہو سکتا تھا۔؟ یہود کے لئے تورات یا عیسائیوں کے لئے انجیل تھی۔ مگر قرآن ساری نوع انسانی کے لئے نازل ہوا۔"

مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی بحالی اور فلسطین کی واپسی کے بارہ میں اس سراپا عزیمت حکمران نے کہا:

"جی ہاں ہم ماضی کو واپس لا سکتے ہیں۔ اور لاکر رہیں گے۔ ہم ماضی کی یاد تازہ کریں گے۔ فلسطینیوں کو اپنے وطن میں واپس جانا اور یہودیوں کو کہیں اور سر چھپانا ----"

یہ ایک جھلک ہے اس مرد مومن کے عزائم کی جس کے دم سے عربوں میں ایک نیا ولولہ اور تازگی پیدا ہو رہی ہے۔ اور جو ایسے مومنانہ جذبات اور عزائم کی وجہ سے آج دنیا بھر کے کروڑوں مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن بنتا جا رہا ہے۔ کاش! ہمیں بھی کوئی قذافی میسر ہو جاتا جو اپنے جوش اور غیرت ایمانی سے نئی زندگی اور نئے جوش سے سرشار کر دیتا۔

ادھر کوریا کا ثقافتی طائفہ آ رہا ہے۔ ادھر ترکی کے فن کار رخصت ہو رہے ہیں، ہر طرف سے طائفوں کی آمد آمد ان طائفوں کے نیم عریاں رقص، وسرود اور تھرکتے ہوئے جسموں کی ایک دھوم ہے کراچی سے خیبر تک پورا ملک ان کی زد میں ہے۔ فحاشی، بے حیائی، عریانی اور اخلاق باختگی کا کونسا نمونہ نہ تھا۔ جو اس اسلامی مملکت کے ہر بڑے چھوٹے شہر اور اس کے سینماؤں اور کلبوں میں ان طائفوں یا "طوائفوں" نے پیش نہ کیا ہو، نہ صرف کلبوں میں بلکہ بازاروں میں اسٹیڈیم میں پارکوں میں ہزاروں کے سامنے شرفاء اور

حکام کے سامنے مردوں عورتوں بچوں کے سامنے وہ سب کچھ کیا گیا کہ شرافت اور حیا سر پیٹ کر رہ گئی۔ اور یہ سب کچھ انفرادی طور پر نہیں سرکاری اہتمام میں۔ جنہیں دیکھنے کی "سعادت" نہ مل سکی اخبارات اور پھر ٹیلی ویژن انہیں کب محروم رکھتے، وہ بھی محظوظ ہو گئے۔ بلکہ اس پر بس نہیں کی، یہ ثقافتی طائفے اپنی مجالس، انٹرویوز اور گفتگو میں ہماری مردہ غیرت پر تھوک بھی گئے۔ مردہ حمیت کو لاتیں بھی ماریں مگر بے غیرت ضمیر کی نیند اور بھی گہری ہوتی چلی گئی۔

ایک ٹرکش فنکار نے اپنے پاکستان آنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ "آپ لوگ ایک بہت بڑے طوفان (مشرقی پاکستان کی جدائی، کروڑوں کی غلامی، لاکھوں کی قید، رہے سہے ملک کی ذلت و پستی) سے گزرے ہیں۔ آپ رنجیدہ ہیں، ہم آپ کی تفریح طبع کا سامان مہیا کرنا چاہتے تھے"۔ مس نادیہ نے کہا کہ کلچر اور مذہب کے معاملہ میں ہندوستانی پاکستانیوں سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔ (بس ایک آنچ کی کسر رہ گئی ہے، وہ بھی پوری ہو جائے گی۔) مس قلوپطرہ نے کہا کہ مکمل عریانی کو اپنا کر ہم اخلاق درست کر سکتے ہیں۔ اس طائفہ کو اگر چڑھتی تو یہاں کی مذہبی تنظیموں سے، اور چند حیادار مسلمانوں سے، کہ وہ ہمیں ایسا کرنے نہیں دیتے۔ جو بقول ان کے خود کو اچھے مسلمان تو کہتے ہیں، مگر اچھے انسان نہیں کہتے۔ —— آگے بڑے پتے کی بات کہی۔ کہ ہمارے ترقی پسند تو سن کر اچھل پڑیں۔ فرمایا خدا کرے آپ کے ہاں بھی کمال اتاترک کے کارنامے کو دہرایا جائے۔

—— جی ہاں! دہرایا جا رہا ہے۔ بہت کچھ دہرایا گیا۔ مگر ترکوں نے بھی اس صیہونی ایجنٹ دشمن اسلام لعون و مغضوب کمال اتاترک کے کارناموں کا مزہ چکھ لیا۔ اور پاکستان کا زخم تو ابھی ہرا ہے۔ کچھ کمی ہے تو وہ بھی بہت جلد پوری ہو کر رہے گی۔ ایک اور فنکار مسٹر کمال نے کہا کہ اے لوگو اپنے ان نام نہاد مسلمانوں اور علماء کا محاسبہ کرو جو خلوت کدوں میں ہمیں گالیاں دیتے ہیں اور اندرون ملک انتشار پھیلانے کے ساتھ باہر بھی ملک کی ساکھ کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔" مس نخلہ کا تبصرہ تھا کہ پاکستانی جنسیات کے معاملے میں بڑے زبردست واقع ہوئے ہیں —— یہ اور اس قسم کے بیشمار رکیک جملے، بے حیائی اور عیاشی کی رغبت اور غلاظت کے ہزارہا ہزار نمونے آٹھ آٹھ طائفوں کے صرف ایک انٹرویو میں مل سکتے ہیں۔ جو ماہناموں میں چھپ چکے اور اگر آپ کو ایسی باتوں پر اچنبھا ہے تو خدا اپنی سب سے بڑی نمائندہ مجلس "قومی اسمبلی" میں اگر اپنی منتخب ممبر یا عفت خواتین کے ڈائیلاگ اور تقاریر سن لیجئے یہی انداز بیان یہی استدلال یہی جرأت رندانہ نظر آئے تو جو سرزنش ہو کر سکتے ہیں —— یہ اس قوم کی حالت ہے۔ جو آگ اور خون کے طوفان سے گزری نہیں بلکہ دن بدن ذلت، پستی، رسوائی اور تباہی کے گڑھوں میں دھنستی چلی جا رہی ہے۔ مگر وہ اپنا غم ایسے حیا باختہ پروگراموں میں محو ہو کر مٹانا چاہتی ہے۔ پس کیا اس سے بڑھ کر بھی کسی نصیحت اور عبرت کی ضرورت ہے۔ فهل من مدکر۔

واللہ یقول الحق وھو یہدی السبیل۔

سمیع الحق

فریضۂ رمضان کی حکمتیں

از مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

اس مقالہ میں "حجۃ اللہ البالغہ" سے استفادہ کیا گیا ہے

یاایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلوں پر کئے گئے تھے، تاکہ شاید تم میں تقویٰ پیدا ہو۔

اسلام اپنے پیروں کو حسن اعتدال، ضبط نفس، اطاعت اور روحانیت کے کمال تک پہنچانا چاہتا ہے۔ اس کے لئے اس نے دو راستے اختیار کئے ہیں۔

جو اشیاء اور اعمال انسان کی زندگی میں خود فراموشی، سمت بے اعتدالی، معصیت اور ارتکاب جرم کی طرف طبعی میلان، پستی اور بے عملی کیطرف رجحان اور سرکشی کیطرف رغبت، دنیا کی زندگی کی بڑھی ہوئی ہوس، اور تعیش و فسق و فجور کا بحران، بے حیائی اور بے غیرتی کی ترغیب پیدا کرتے ہیں ان سب کو اس نے ابدی طور پر انسان کے لئے ممنوع قرار دے دیا جس میں عمر کے کسی مرحلے، زمانے کے کسی اختلاف، اور ملک و مقام کے کسی امتیاز کو دخل نہیں ہے۔ ممنوعات کی اس فہرست میں وہ تمام معاصی داخل ہیں جو کبھی انسان کے لئے حلال اور جائز نہیں۔ مثلاً شراب، لحم خنزیر، قمار، ربوا، مال حرام اور دوسرے معاصی۔

جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا ہے یا مسلمان سن بلوغ کو پہنچتا ہے تو وہ ان تمام چیزوں سے روزہ رکھ لیتا ہے۔ اس روزے کی ابتداء یا اس زندگی کی صبح صادق! اسلام کے احکام کا مخاطب بن جاتا ہے۔ اب اس روزے کا افطار عمر کے آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے نہیں ہے۔ یہ ایک طویل روزہ ہے جو ہر مسلمان کو سفر و حضر میں رکھنا ہوتا ہے۔ اور حالت اضطرار (شرعی) کے

سوا کوئی استثناء نہیں، شریعت کے مقاصد کے حصول کے لئے اور ان معاصی کو بند کرنے کیلئے جن کا اوپر تذکرہ کیا گیا ہے، یہ روزہ لازمی ہے۔

ان منصوص چیزوں کے علاوہ لذت کی تمام چیزیں (بشرطیکہ وہ حرمت وکراہت سے خالی ہوں) مباح اور جائز ہیں۔ ان سے خواہ مخواہ کے لئے رکنا پسندیدہ نگاہ سے نہیں دیکھا گیا ہے اور ان حلال چیزوں کو اپنے لئے حرام کر لینا شریعت میں ایک طرح کی تحریف، دین میں تشدد اور کفرانِ نعمت قرار دیا گیا۔

آپ کہہ دیجئے کہ کس نے حرام کیا ہے اللہ کی اس زینت اور پاک رزق کو جو اس نے اپنے بندوں کیلئے نکالا ہے۔ آپ کہدیجئے کہ یہ سب چیزیں ایمان والوں کیلئے دنیا میں بھی ہیں اور آخرت میں تو مخصوص طور پر۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے کہ کھانا پینا ناجائز نہیں بلکہ اسراف ناجائز ہے۔

پس کھاؤ اور پیو اور اسراف مت کرو — فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا

لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان مباحات ولذائذ کا بے قید اور دائمی استعمال، لذتوں میں انہماک اکل وشرب کی دائمی آزادی، اس جادہ اعتدال سے انسان کو ہٹا دیتی ہے جس پر دین مسلمان کو دیکھنا چاہتا ہے۔ اسکے رجحانات اور مقاصد زندگی کو بدل دیتی ہے۔ اور بعض اوقات نفس پروری، شکم پروری، نائونوش اور بعیش کوش مقصود زندگی بن جاتا ہے۔ طبیعت میں ایک طرح کی بلادت اور بے حسی پیدا ہو جاتی ہے۔ ضبطِ نفس اور جفاکشی کی قوت باقی نہیں رہتی، تن آسانی تنعم کی خو پیدا ہو جاتی ہے۔ انسانیت کی روح کچل جاتی ہے۔ اور روحانی جذبات مردہ ہو جاتے ہیں، سالہا سال اور بعض اوقات پوری عمر حقیقی روحانی مسرت، سبکروحی، دماغ کی یکسوئی، ذکر وعبادت میں لذت، مناجات کی حلاوت نصیب نہیں ہوتی۔ بعض لوگوں کو برسوں خالی پیٹ ہونے اور اعتدال کی سعادت حاصل نہیں ہوتی۔ اور وہ اسکا مزہ نہیں جانتے۔

اس اعتدال، ضبطِ نفس اور روحانیت کی قوت کو بڑھانے کے لئے دور رہتے تھے ایک تقلیل طعام کا راستہ تھا۔ لیکن اس میں دو نقص ہیں۔ ایک تو اس کا عمومی معیار، سب کے لئے ایک مقدار کرنا نہایت مشکل ہے اور اس کو لوگوں کی رائے اور تمیز پر چھوڑنا بھی دشوار۔ کہ اول تو یہ اصول تشریع (آئین سازی) کے خلاف ہے۔ دوسرے مذاہب واخلاق کی تاریخ میں اس کا تجربہ ہمیشہ ناکام رہا ہے۔ لوگوں نے

اس آزادی اور اختیار کا ہمیشہ غلط استعمال کیا ہے۔ اور مبہم اور غیر معیّن احکام عملاً بیکار و بے نتیجہ ہو کر رہ گئے۔ (جیسے بہت سے اخلاقی نصائح اور ہدایات) دوسرے اکثر محض تقلیل طعام بہت طبائع کے لئے بالکل غیر مؤثر اور بے نتیجہ تدبیر ہے۔

دوسرا راستہ یہ ہے کہ کوئی ایسا طویل وقفہ مقرّر کیا جائے جس میں کوئی چیز استعمال نہ ہو۔ یہ طریقہ زیادہ سے زیادہ مؤثر اور قوت بہیمیہ کو زیادہ کمزور کرنے والا ہے۔ یہ وقفہ دین کی اصطلاح میں (صوم) یا روزہ ہے۔ جس کے خاص احکام و شرائط ہیں جو بہت گہرے تشریعی اور نفسیاتی اسرار پر مشتمل اور حکم و مصالح پر مبنی ہیں۔

۱. روزہ صبح صادق سے شروع ہو کر غروب آفتاب تک رہتا ہے۔ اگر یہ وقفہ پورے دن سے کم ہوتا تو اس کا کوئی خاص اثر شعور و طبیعت پر نہ پڑتا۔ زندگی میں ایسے اتفاق ہوتے رہتے ہیں کہ کئی وقت کا کھانا ناغہ ہو جاتا ہے۔ اگر محض یہی ہو کہ دن میں صرف چند گھنٹوں کا روزہ رکھا جائے تو اس کا کوئی خاص احساس اور اصلاحی اثر نہ پڑے گا۔ اور بہت سے لوگوں کو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا اپنے حساب سے ایک روز ذرا دیر سے کھانا کھایا۔

۲. یہ روزے رمضان کے تیس یا انتیس دن رکھے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ ایسے وقفے مسلسل ہوں تاکہ ان کے نقوش دیرپا ہوں۔ ایک طویل وقفے سے یہ بہت زیادہ مفید ہے کہ متواتر متعدد متوسط درجے کے وقفے ہوں۔

۳. ان وقفوں کی تعداد کا تعیّن بھی ضروری ہے کہ اس کو مبہم اور غیر معیّن چھوڑ دینے سے افراط و تفریط کا اندیشہ ہے۔ بہت سے لوگ بہت تھوڑے روزے رکھتے اور بہت سے لوگ بہت زیادہ روزے رکھتے۔ اور پھر جب یہ عالمگیر فریضہ ہے۔ اور تشریع عام مقصود ہے تو اس میں انتخاب کا حق نہیں رہنا چاہیئے تھا۔ کہ جو شخص جس مہینے میں چاہے روزے رکھے۔ اس سے عام طور پر حیلہ جوئی، عذر اور بے عملی کا دروازہ کھلتا ہے۔ اور گریز کی راہ پیدا ہو جاتی ہے۔ احتساب اور باز پرس کا کوئی موقع باقی نہیں رہتا۔ وعظ و نصیحت امر بالمعروف نہی عن المنکر کا دروازہ بند ہو جاتا ہے جس شخص سے بھی کسی وقت اس بارے میں گفتگو کی جائے وہ یہ کہہ کر منہ بند کر سکتا ہے۔ کہ میرا معمول فلاں مہینے میں ہے۔ اور اس کا کوئی جواب نہیں اور اسطرح رفتہ رفتہ اس چیز کا رواج مٹ جائے گا۔

۴. ایک ہی وقت میں تمام روئے زمین کے مسلمانوں کے روزہ رکھنے میں بڑی حکمت ہے۔ مسلمانوں کی بڑی جماعت کا فریضہ صیام کو اہتمام کے ساتھ ایک وقت میں ادا کرنا، کمزور طبیعت والوں

کے لئے بھی ہمت افزا، شوق انگیز اور فریضہ کی ادائیگی میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ایک عالم گیر روحانی ماحول اور ایک عمومی دینی فضا پیدا ہو جاتی ہے۔ جو قلوب و ارواح کے لئے موسم بہار کی سی تاثیر رکھتی ہے۔ جس میں تھوڑی توجہ سے ہر چیز میں نشو و نما پیدا ہونے لگتا ہے۔ مسلمانوں کے اس روحانی فریضہ میں مشغول ہونے سے ملکوتی انوار و برکات کا نزول ہوتا ہے۔ اور عوام کے آئینۂ دل پر انوار کا انعکاس ہوتا ہے۔ مسلمان عالم کے جس گوشہ میں بھی ہو اس کو روزہ دارانہ فضا معلوم ہوتی ہے۔ جو اس سے خود ہی تقاضہ کرتی ہے کہ وہ بھی روزہ دار ہو مسلمان روزہ شکنی کر کے اپنے کو اس ماحول میں اجنبی اور ایک طرح کا مجرم سمجھتا ہے۔

۵۔ ان تمام حکمتوں کی بنا پر سال میں ایک پورا مہینہ روزہ کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔ دوسری خصوصیات کے علاوہ جن کا ہمیں علم نہیں رمضان کی تخصیص کی ایک کھلی وجہ یہ ہے کہ اس ماہ مبارک میں نزول قرآن کا سلسلہ شروع ہوا اور روزہ اور قرآن میں خاص مناسبت ہے۔ قرآن چونکہ عالم غیب اور عالم روحانیت کی چیز ہے۔ اور روزہ عالم مادی سے بہت حد تک آزادی، قلب و روح میں لطافت اور عالم غیب اور عالم روح سے ایک طرح کی مناسبت پیدا کر دیتا ہے۔ روزہ دار پر خدا کی صفات کا ایک پرتو اور اسکی شان صمدیت کا ایک اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے قرآن کے دل میں بسنے اور روح میں پیوست ہونے کا خاص موقع ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کے حصے کو مختلف طریقوں سے روزہ میں زیادہ سے زیادہ داخل کیا گیا ـــــ اور یہی تراویح کی حکمت ہے۔

۶۔ روزہ زندگی میں ایک ایسا محسوس فرق اور امتیاز پیدا کر دیتا ہے۔ کہ بے حس سے بے حس انسان کو بھی اپنے سابقہ طرز زندگی، غفلت شعاری اور دنیاوی انہماک میں تخفیف کا طبعی تقاضہ پیدا ہو جاتا ہے۔ رمضان ایک مہمیز کا کام دیتا ہے۔ جو سوئی ہوئی طبیعتوں کو جگانے، بجھے ہوئے دلوں کو گرمانے، آتش محبت کو بھڑکانے اور دبی چنگاریوں کو ابھارنے کا سامان پیدا کر دیتا ہے۔ انسان کی فطرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تنوع اور اختلاف کو انسان کے بیدار اور ہوشیار کرنے اور اس کی کند طبیعت کو تیز کر دینے میں بڑا دخل ہے۔ رات دن کے اختلاف کو انسان کے جسمانی، روحانی تازگی میں خاص دخل ہے۔ قرآن کہتا ہے

هُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ	وہ وہی ہے جس نے بنایا رات اور دن کو
خِلْفَةً لِّمَنْ أَرَادَ أَن يَذَّكَّرَ أَوْ	ایک دوسرے کا جانشین واسطے اس کے جو
أَرَادَ شُكُورًا ـ	سوچے اور شکر گذاری کا ارادہ کرے۔

دوسری جگہ فرمایا ہے:

بلاشبہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور اختلاف لیل ونہار میں نشانیاں ہیں ان اہل عقل ودانش کے لئے جو یاد کرتے ہیں۔ اللہ کو کھڑے اور بیٹھے۔

اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا۔

جس طرح سے کہ مادی طور پر رات دن کا اختلاف، ہر نئی صبح کا طلوع انسان میں ایک شعور، ایک نئی آمادگی اور خالق کیطرف توجہ پیدا کر دیتا ہے۔ اسی طرح روحانی طور پر رمضان کی سالانہ آمد مسلمانوں کی بستیوں اور آبادیوں میں روحانیت کا احساس، دینی بیداری، اپنی کوتاہیوں پر ندامت، مجرموں میں اپنے جرائم پر ندامت اور خدا کیطرف ایک توجہ اور انابت پیدا کر دیتی ہے۔ اور اگر مادیت نے قلب کو بالکل بے حس نہیں بنا دیا ہے۔ تو صدہا آدمیوں کو توبہ اور اصلاح کی توفیق ہو جاتی ہے۔ رمضان سالانہ احتساب اور اپنی سابق زندگی کا جائزہ لینے کا ایک بہترین موقع ہے۔ ہر شخص آسانی سے دیکھ سکتا ہے کہ اس نے گزشتہ رمضان سے اس رمضان تک کیسی زندگی گذاری ہے۔ اور اس نے دینی حیثیت سے کہاں تک ترقی کی ہے۔

۷۔ رمضان ہر سال ہر شخص کو اپنی سطح سے ترقی دینے کے لئے آتا ہے۔ جو شخص جس سطح تک پہنچ گیا ہے۔ خواہ وہ سطح کتنی ہی بلند کیوں نہ ہو۔ اس سے بلند کرنے کی طاقت اس میں موجود ہے۔ ہر شخص عمل، روحانیت، ذکر وعبادت، تعلق باللہ، اخلاص، جفاکشی، مجاہدہ، زہد وقناعت، ایثار، غمخواری اور مواساۃ کی جس منزل ومقام پر بھی ہے۔ ہر نیا رمضان اس کو اس سے آگے بڑھانے کے لئے اور زیادہ بلند منزل کا شوق دلانے کے لئے آتا ہے۔ رمضان کی ساخت، رمضان کا نظام، رمضان کے اجزاء، رمضان کے مشاغل اور رمضان کا ماحول ایسا بنایا گیا ہے۔ کہ ہر شخص کو اپنے کو ترقی دینے کا موقع حاصل ہوتا ہے۔ مادی موانع تقریباً دور ہو جاتے ہیں ذکر وعبادت میں جذبہ مسابقت پیدا ہوتا ہے۔ اچھے دینداروں اور روزہ داروں کا ساتھ ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت اور مطالعہ کا زیادہ سے زیادہ موقع ملتا ہے۔ قلب وروح میں لطافت پیدا ہوتی ہے۔ غرض وہ سارے مواقع بہم پہنچ جاتے ہیں جو انسان کی روحانی ترقی اور اصلاح کے لئے ضروری اور مفید ہیں۔ اور ہر شخص کو اپنی سطح کے مطابق ترقی ہوتی ہے۔

۸۔ رمضان کے روزہ کی ایک دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ اطاعت الٰہی کا ایک کھلا ہوا مظہر ہے۔ اس سے بڑھ کر اطاعت کا ثبوت کیا ہو سکتا ہے۔ کہ نعمتوں کی موجودگی میں اور ہر چیز کے استعمال کی قدرت کے باوجود محض امتثال حکم کے لئے آدمی اپنے ہونٹوں پر قفل لگا لیتا ہے۔ یہ فعل اللہ

کے حکم ہی سے کھاتا ہے ۔ اور اللہ کے حکم سے لگتا ہے ۔ جب نہ کھانے کا حکم ہوا اس وقت کھانا پینا گناہ اور جب کھانے کا حکم ہو جائے تو اس وقت تعمیل ارشاد میں دیر کرنا غلطی ہے ۔ اسی لئے آفتاب کے غروب ہو جانے کے بعد افطار کرنے میں تاخیر کرنا مکروہ ہے ۔

۹۔ روزہ میں جب وہ چیزیں بھی ممنوع ہو جاتی ہیں جو روزہ کے علاوہ ہمیشہ سے حلال و طیب ہیں ۔ اور روزہ کے بعد ہمیشہ حلال و طیب رہیں گی ۔ تو وہ چیزیں کیسے ممنوع نہ ہوں گی جو روزہ سے پہلے بھی حرام اور ممنوع تھیں اور روزہ کے بعد بھی حرام اور ممنوع ہوں گی ۔ یعنی غیبت ، لڑائی جھگڑا ، گالی گلوچ ، بے حیائی ، جھوٹ ، روزہ کی روح یہ ہے کہ تمام گناہوں سے اجتناب اور نفرت پیدا ہو اور روزہ کے درمیان میں ان سے مکمل اجتناب ہو ۔ اگر صرف نہ کھانے پینے سے روزہ رہا اور تقویٰ نہ پیدا ہوا تو ایک بے روح روزہ ہے ۔ جو صرف ڈھانچہ ہے ۔ اس میں رُوح نہیں ، اسی لئے حدیث میں فرمایا گیا ہے ۔ مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَةٌ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَہٗ وَشَرَابَہٗ ۔

بقیہ : سرورِ کائنات کی پسندیدہ غذائیں :

فرمائی ۔ اور ارشادِ گرامی ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام جب زمین پر اترے تو سب سے اوّل بیر کھائے ۔

نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے انجیر کو پسندیدگی کے شرف سے نوازا اور انجیر کے طبی فوائد بیان فرمائے ۔ انار کے بارے میں حدیث نبویؐ ہے کہ انار میں ایک قطرہ جنت کے پانی کا ہوتا ہے ۔ انگور کے متعلق روایت ہے کہ شاہ دوجہاں پھلوں میں انگور کو بے حد پسند فرماتے تھے ۔

★ قوتِ ارادی تمام ترقیوں کا راز ہے اور انسانیت کا سب سے پہلا مقدّس وصف ہے ۔ جس شخص میں یہ وصف نہیں وہ انسانی جامہ میں حیوان ہے ۔

★ کامیابی کے لئے لیاقت و قابلیت کی اتنی ضرورت نہیں جتنی محنت و استقلال کی ہے ۔

★ ترقی کے معراج پر وہی شخص پہنچ سکتا ہے ۔ جو آئندہ بہتری کے لئے موجودہ عارضی عیش کو چھوڑنے کیلئے ہر وقت تیار رہے ۔

★ محنت وہ سنہری سکّہ ہے جس کے ذریعے ہم کو ہر شئے جو ہمارے لئے ضروری ہے حاصل ہو سکتی ہے ۔

سرورِ کائنات کی پسندیدہ

غذائیں

حکیم آفتاب احمد قریشی، ایم اے۔ لاہور

سید الانبیاء رسولِ پاکؐ کی ذاتِ اقدس انسانیت کے لئے سرمایہ فخر و ناز ہے۔ سرکارِ دو عالم نے انسانیت کو عروج بخشا۔ سید الابرار کی حیاتِ اقدس کا ایک درخشاں پہلو یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے بڑی جامع اور مثالی زندگی گزاری۔ آپ نے زندگی کے ہر شعبہ میں انسانیت کی رہنمائی کی۔ حضورؐ نے طب و صحت کے دائرہ میں بھی بیش قیمت معلومات اور رہنمائی سے انسانیت کو سرفراز فرمایا۔ رحمۃ للعالمین نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو استعمال فرمایا۔ مختلف غذاؤں کو پسندیدگی کے شرف سے نوازا۔ مسلمان تو رسولِ اعظمؐ پر فدا ہیں۔ اور آپؐ کے معمولات کی تقلید کرنا ہر مسلمان اپنا فرض سمجھتا ہے۔ جن اشیاء اور غذاؤں کو تاجدارِ مدینہ نے پسند کیا مسلمان بھی ان اشیاء کے دلدادہ ہیں۔ جن غذاؤں کو آنحضرت رسولِ اکرمؐ نے پسند فرمایا۔ قدیم اور جدید طبی تحقیق اور تجربہ کے مطابق وہ غذائیں بڑی مفید اور مؤثر ہیں۔ گویا خاتم النبیینؐ کے معمولات پر عمل کرنے سے نہ صرف روحانی فیوض کا حصول ہوتا ہے۔ بلکہ دنیاوی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ حبیبِ خداؐ نے جن غذاؤں کو پسند فرمایا ان میں اناج، گوشت، دودھ، پھل اور سبزیاں شامل ہیں۔

سرکارِ دو عالم نے چھنا ہوا آٹا کبھی نہیں استعمال فرمایا۔ روٹی گوشت کے شوربے میں ڈبو کر کھانا خوب طبع تھا۔ عرب میں جو کا آٹا دودھ میں پکاتے ہیں۔ پھر اس میں شہد کا اضافہ کرتے ہیں۔ سرکارِ دو عالم کو یہ غذا بیحد پسند تھی۔ آپ اسے مریضوں کیلئے تجویز کرتے تھے۔ ایک حدیث کے مطابق یہ غذا دل کیلئے بھی مفید ہے۔ سید الانبیاء کا معمول تھا کہ وہ بخار میں گھر کے افراد کو جَو کا پانی پلایا کرتے تھے۔ آپ کھچڑی کو پسند فرماتے تھے۔ جَو کے ستو بھی استعمال کرتے تھے۔

گوشت | حضرت ختم الرسلؐ نے گوشت کو بھی پسند فرمایا۔ آپ نے پکے ہوئے گوشت کو

چھری سے کاٹ کر بھی کھایا۔ گوشت میں دست، گردن اور پیٹھ کا گوشت پسند تھا۔ گوشت اور ہڈیوں میں پہلو کی ہڈی مرغوب تھی۔ گوشت کا شوربا زیادہ پسند فرماتے تاکہ اس میں سے ہمسایہ کو بھی دیا جاسکے۔ آپ نے مرغی کا گوشت بھی کھایا۔

سبزی: حضورؐ نے سبز ترکاری کو پسند فرمایا۔ آپ کا ارشاد ہے کہ اپنے دسترخوانوں کی آرائش سبز چیزوں سے کیا کرو۔ کیونکہ سبز چیزوں سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ سبزیوں میں آپ کدو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے نبی پاکؐ کو دعوت دی۔ میں بھی حاضر تھا۔ اس نے سرکار دوعالم کی خدمت اقدس میں جَو کی روٹی اور کدو کا شوربا پیش کیا۔ میں نے حضورؐ کو دیکھا کہ آپ پیالہ کے سب جانبوں سے کدو کے ٹکڑے تلاش فرما کر کھا رہے تھے۔ اسوقت سے کدو مجھے بھی مرغوب ہوگیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ کدو دل کو طاقت دیتا ہے۔ اور دماغ کے لئے بھی مفید ہے۔ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے چقندر کو پسند فرمایا۔ اور حضرت علیؓ کو چقندر کھانے کی ہدایت فرمائی۔

سرکہ: حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکہ کو پسند فرمایا۔ ارشاد گرامی ہے کہ سرکہ کیا اچھا سالن ہے۔ آپ نے تل کو بھی استعمال فرمایا۔ سرکار کائناتؐ مرچ اور مصالحے بھی استعمال فرماتے تھے۔ آپ کھیر میٹھی (حلوہ) پسند فرماتے۔

رسول اعظمؐ اکثر جَو کی روٹی تناول فرمایا کرتے تھے۔ عرب میں جَو کا آٹا دودھ میں پکاتے ہیں۔ اور اس میں شہد کا اضافہ کرتے ہیں۔ گویا یہ غذا شہد دودھ اور جَو کا مرکب ہوتی ہے۔ حضورؐ اس غذا کو بے حد پسند فرماتے تھے۔ حضور مریضوں کیلئے یہ غذا تجویز فرماتے تھے۔ ایک حدیث ہے کہ یہ غذا دل کے لئے مفید ہے۔ حضورؐ نے اسے تشدید کے ساتھ استعمال کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اور ارشاد فرمایا کہ اس میں شفا ہے۔

سید الابرار کا معمول تھا کہ بخار میں گھر کے افراد کو جَو کا پانی پلاتے تھے۔ جَو کی طبی افادیت مسلم ہے۔ کہ بخار میں جَو کا پانی (بارلے واٹر) استعمال کرایا جاتا ہے۔ جو کہ تسکین بخش ہے۔ جَو میں نشاستہ دار اشیاء اجزا۔ لحمی اجزا۔ فولاد و فاسفورس ہوتا ہے۔ مشہور دوا مالٹ ایکسٹریکٹ جَو سے تیار کی جاتی ہے۔

حبیب خداؐ نے سرکہ کو پسندیدگی کے شرف سے نوازا۔ حضورؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ سرکہ خوب سالن ہے۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آپ سرکہ روغن زیتون میٹھی چیز شہد اور کدو کو پسند

فرماتے تھے۔ سرکہ کی غذائی افادیت کا ایک زمانہ معترف ہے۔ مغرب میں تو سرکہ غذا کے ضروری جزو کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ سرکہ کا استعمال ہیضہ سے محفوظ رکھتا ہے۔

شہد | رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم شہد کو استعمال فرمایا کرتے تھے۔ شہد کو یہ سعادت نصیب ہوتی ہے کہ اس کی شفابخشی کے بارے میں قرآن پاک میں ذکر ہے کہ شہد میں عوام کے لیے شفا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہر ماہ تین دن صبح کے وقت شہد کھائے اس کو کوئی بلا نہ پہنچے گی۔ شہد کی شفائی تاثرات، قدیم اور جدید طب تسلیم کرتی ہے۔ شہد بدن کے اکثر امراض میں مفید ہے۔ یہ غذائی اجزا اور حیاتین سے بھی بھرپور ہے۔ صحت کا محافظ ہے۔

زیتون | سید الانبیاء نے زیتون کو پسند فرمایا۔ قرآن پاک میں زیتون کا تذکرہ ہے۔ سرور کائنات نے حضرت علیؓ کو زیتون اور اس کے روغن کے استعمال کی ہدایت فرمائی۔ زیتون کے روغن کو انگریزی میں الیو آئل کہتے ہیں۔ سوتے وقت ۱ تولہ سے ۲ تولہ تک ایک پاؤ دودھ میں ڈال کر پیتے ہیں۔ یہ روغن بدن کو طاقت دیتا ہے۔ قبض کو دور کرتا ہے۔ جو لوگ تیزابیت، معدہ کی خراش، سوزش، پھوڑا، پتہ کی پتھری کا شکار ہوں ان کے لئے تو بہترین قبض کشا دوا ہے۔ پیشاب کے ذریعے بدن سے فاسد مواد خارج کرتا ہے۔ پیٹ کے کیڑوں کو ہلاک کرتا ہے۔ قولنج میں بھی مفید ہے۔

تل | رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تل کو بھی استعمال فرمایا۔ سردیوں میں بڑی مفید غذا ہے۔ تل کھانے سے پیشاب کی کثرت میں کمی آجاتی ہے۔ ریوڑی میں تل ہوتے ہیں۔ اس لئے سردیوں میں ریوڑی کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس طرح پیشاب کی کثرت میں کمی آجاتی ہے۔ تل بدن کو طاقت دیتا ہے۔ بواسیر کے خون کو بند کرتا ہے۔

حضرت ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم فلفل سیاہ (سیاہ مرچ) اور مصالحے بھی استعمال فرماتے تھے۔ آپ کھجور اور چھوہارے دونوں کو پسند فرماتے تھے۔ کھجور سے روزہ افطار کرتے تھے۔ حضور پُرنور نے تربوز سے بھی شوق فرمایا۔ ترنج کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدگی کا شرف حاصل ہے۔ اور آپ نے فرمایا کہ جو مومن قرآن پاک پڑھتا ہے۔ اسکی مثال ترنج کی سی ہے کہ مزہ بھی پاکیزہ اور خوشبو بھی پاکیزہ۔ سرور کائنات کی خدمت اقدس میں تبوک کے سفر میں پنیر پیش کیا گیا۔ آپ نے بسم اللہ پڑھ کر چاقو سے اس کا ٹکڑا کاٹا۔ آپ نے فرمایا میتھی سے شفا حاصل کرو۔ حضور نے ککڑی بھی کھائی، سرور دو عالم نے حضرت ابوذر کو ایک سیب عنایت فرمایا۔ اور فرمایا کہ سیب دل کو طاقت دیتا ہے۔ اور طبیعت کو خوش کرتا ہے۔ آپ نے خربوزہ کو بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ رحمۃ للعالمین نے بیر کی جانب بھی نگاہ التفات، بذول

باقی صفحہ ۳۲ پر

اسلام نے نہیں عائلی قوانین نے عورتوں پر ظلم کیا ہے

قومی اسمبلی میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی تقریر

قوانین الہیہ کو نہیں بلکہ معاشرہ کو تبدیل کرنا ضروری ہے

۱۴ ستمبر جمعرات قومی اسمبلی میں موجودہ عائلی قوانین منسوخ کرنے کی قرارداد پر بحث کا دن تھا۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے قرارداد کی حمایت یعنی مروجہ عائلی قوانین کی مخالفت میں جو تقریر فرمائی اسے یہاں اسمبلی کی مہیا کردہ رپورٹ کی شکل میں شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

★

مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک) : عالی جناب سپیکر صاحب! گذارش یہ ہے کہ عائلی قوانین جو اس ملک میں رائج کئے گئے ہیں۔ ان کے متعلق یہ کہا جاتا ہے۔ کہ خواتین پر جو مظالم ہو رہے ہیں۔ ان کا یہ مداوا ہیں۔ سب سے پہلے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ خواتین ہماری مائیں، بہنیں اور بیٹیاں ہیں اور کوئی شخص اپنی بیٹی ماں اور بہن کے اوپر مظالم کو برداشت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اسلام نے ماں کو جو درجہ دیا ہے۔ اس کے سلسلے میں یہ فرمایا گیا الجنۃ تحت اقدام الامھات۔ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ اور جو شخص بیٹیوں کی ....

میاں منظور حسین پی پی پی : مولانا صاحب نے جہاں ذکر بیٹی، ماں اور بہن کا کیا ہے۔ وہاں انہوں نے بیویوں کو بالکل IGNORE کر دیا ہے۔ تو کیا ان کی فہرست میں نہیں آتیں۔

مولانا عبدالحق : میں آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ بیوی جو ہوتی ہے وہ بعد میں ماں بن جاتی ہے۔ تو ہر ماں لازماً بیوی ہوتی ہے۔

میاں منظور حسین : کس STAGE پر وہ بیوی ماں بن جاتی ہے۔

مولانا عبدالحق : اس کا جواب یہ ہے کہ بیوی کے ہاں جب بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو شوہر کی بیوی

بچے کی والدہ ہوئی اور والدہ کا حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ اس کا احترام کریں

عنایت الرحمان عباسی : کستوربا کے متعلق گاندھی نے یہ کہا تھا کہ یہ میری ماں ہے۔

ایک رکن : مولانا آپ ان لوگوں پہ توجہ نہ دیں تقریر جاری رکھیں۔ یہ لوگ تقریر کا تسلسل کاٹنا چاہتے ہیں۔

مولانا عبدالحق : میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ ایک چیز تو یہ ہے کہ خواتین کا احترام اور ان کے حقوق کی حفاظت کا سب سے پہلے اسلام ہی نے حکم دیا ہے۔ اسلام نے ہی عورتوں کو وارث بنایا۔ آپ کو معلوم ہے کہ علماء نے یہ کوشش کی ہے کہ صوبہ سرحد میں انگریزوں کے دور میں ۱۹۳۵ء میں اس وقت تک وہاں کی جتنی عورتیں ہیں ان کو میراث میں شریعت کے مطابق حصہ ملتا ہے۔ مجھے اس عرض کرنے سے غرض یہ ہے کہ ہماری بہنیں یہ نہ سمجھیں کہ اس جانب جو لوگ بیٹھے ہیں وہ خدا نخواستہ عائلی قوانین کی اس لئے مخالفت کرتے ہیں کہ ان کے قلوب میں صنف نازک کے لئے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ دوسری چیز میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ ہمارا پاکستان جو ہے وہ اسلامی نظریہ کی بناء پر قائم ہوا ہے۔ اور اسلامی نظریہ وہی ہے۔ جو قرآن مجید اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اللہ رحمن الرحیم ہے اور رسول اللہ رحمت اللعالمین ہے۔ انہوں نے عائلی قوانین کے متعلق جو احکامات بیان فرما دیئے ہیں۔ تو ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس نظریہ کی بناء پر بھی اسکی قطعاً مخالفت نہیں کر سکتے۔ تیسری چیز میں یہ عرض کرتا ہوں کہ موجودہ معاشرے میں عورت کا جو مقام ہے ظاہر ہے۔ کہ اس وقت عورت کو وہ مقام حاصل نہیں ہے جس کا حکم اسلام دیتا ہے۔ اس لئے یہ ایک حقیقت ہے کہ اس معاشرے کی ہم کو اصلاح کرنی ہے۔ حضور اقدسؐ کے زمانہ میں جو معاشرے کی حالت تھی وہ بھی آپ کے سامنے ہے۔

چنانچہ اس معاشرے کی اسلام نے اصلاح کی اور معاشرے کی وجہ سے قوانین الٰہیہ کو خدا کے احکامات کو بدلا نہیں جا سکتا۔

نکاح پہ پابندی مت لگائیے۔ بلکہ عدل کے دروازوں کو قانون کے دروازوں کو آسان بنائیے ہر شہر اور ہر محلے میں جس عورت کو اپنے شوہر سے گلہ ہے کہ وہ اپنی دوسری بیوی کو ریشم کے کپڑے لاکر دے رہا ہے، دوسری بیوی کو اچھی نگاہ سے دیکھ رہا ہے۔ اور پہلی بیوی کو احسن طریق پہ نہیں دیکھتا۔ تو وہ حقوق زوجین کی بناء پر کسی شہری عدالت میں دعوٰی کر سکے۔ عدالت اسے جبراً پہلی بیوی کے حقوق ادا کرنے کی ہدایات دے سکے۔ دوسری بات یہ عرض کرنی ہے۔ کہ کیا دوسری بیوی اپنی مرضی سے نکاح کر رہی ہے۔ شوہر کے ساتھ یعنی مرد کے ساتھ، یا جبر سے۔ اگر وہ اپنی مرضی سے کر رہی ہے تو

آپ کون ہیں، جو اس کے نفس اس کے اختیارات پر قبضہ کرتے ہیں اور اسے روکتے ہیں۔ یہ تو عورت ہی پر ظلم ہو رہا ہے۔ اور عائلی قوانین عورتوں کے حقوق غصب کرنے اور اس پر ظلم کرنے کی مثالوں سے پُر ہیں۔

بیگم نرگس نعیم سندھو :- مولانا پہلے یہ بتائیے کہ عورتوں سے پوچھا کون ہے۔؟

مولانا عبدالحق :- تو کیا وہ بغیر اجازت نکاح میں آجاتی ہیں۔ دوسری بیوی خود اپنی مرضی سے اپنے ہونیوالے شوہر سے نکاح کر رہی ہے۔ خواتین اگر عائلی قوانین کے خلاف ہیں تو اپنی ہم جنس خواتین کو مجبور کریں کہ وہ اپنی مرضی سے عقد ثانی نہ کریں۔

مولانا غلام غوث ہزاروی :- (پوائنٹ آف آرڈر) جناب والا! مولانا تو ان محترمات کے نکاح کرنے کا ذکر نہیں کر رہے ہیں۔ ان محترمات کو خواہ مخواہ تکلیف ہو رہی ہے۔ مولانا تو عام بات کر رہے ہیں۔

مسٹر سپیکر :- آرڈر، آرڈر۔

مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی :- (پوائنٹ آف آرڈر) بیگم نسیم کے پیچھے جو تشریف فرما ہیں میں معافی چاہتا ہوں۔ ویسے آج سب جمع ہو گئی ہیں۔ پچھلی جمعرات کو اکیلی نسیم جہاں تھیں۔

بیگم نرگس نعیم سندھو :- میں نے کہا تھا کہ کیا عورتوں سے پوچھا جاتا ہے۔؟

مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی :- کیا ان سے نکاح کے وقت پوچھا نہیں گیا تھا۔؟ ان سے پوچھ لیا جاتا ہے۔ (قہقہہ)

نسیم جہاں :- تقاریر کے دوران لوگ مسلسل بولتے رہتے ہیں۔

محمود علی قصوری :- یہ رننگ کمنٹری ہو رہی ہے۔ جو مناسب نہیں۔

سپیکر :- دیکھئے یہ ایک سنجیدہ موضوع ہے۔ مولانا کی تقریر کو خاموشی سے سننا چاہیئے۔ اگر محترم خواتین کو اختلاف ہو تو بعد میں وہ اس کا جواب دے سکتی ہیں۔

مولانا عبدالحق :- تو عرض یہ کر رہا تھا کہ قرآن مجید کی آیت ہے : فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث وربٰع۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اجازت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دو دو تین تین چار چار بیویوں کی اجازت ہے۔ میں نے عرض کیا کہ دوسری بیوی شوہر کے نکاح میں اپنی مرضی سے آنا چاہتی ہے۔ مگر عائلی قوانین نے اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچا دی اور اس کو روک دیا۔ آپ یہ کہیں گے کہ پہلی بیوی کے اوپر زیادتی ہوگی۔ میں نے عرض کیا کہ شریعت کی رو سے تمام حقوق، بیویوں کا کھانا، کپڑا

سب کچھ شوہر کی ذمہ داری ہوگی۔ جیسا کپڑا دوسری بیوی کا ہوگا۔ ویسا کپڑا پہلی بیوی کا ہوگا۔ ایک شوہر ایسا بھی نہیں گھر میں نہیں رہتا۔ ایک بیوی کو ریشم کے کپڑے اور ایک کو کھدر کے کپڑے دیتا ہے۔ کھانے پینے میں بھی فرق کرتا ہے۔ لیکن اسلام اسے پابند بناتا ہے کہ دوسری بیوی کے آنے کے بعد جس نظر سے وہ اس کو دیکھیگا اس کے مطابق وہ پہلی کو بھی دیکھے گا۔ ہمارے پاس شرعی قوانین اور تعزیرات ہیں ہم عدالتی کاروائی میں اس شوہر کو قید کر سکتے ہیں، اس کو سزا دے سکتے ہیں۔ اور جبراً اس کا حق اس سے لیکر بیوی کو دلوا سکتے ہیں۔ تو اس صورت میں پہلی بیوی کی بھلائی ہوگی۔ میں مانتا ہوں کہ خواتین پر ظلم نہیں ہونا چاہیئے۔ ہر انسان کو ہر مرد کو، ہر عورت کو اس کے حقوق دینے چاہئیں۔ اس وقت ملک میں مردم شماری ہو رہی ہے چند دنوں میں رپورٹ آپ کے سامنے آجائے گی۔

میرا خیال ہے کہ عورتوں کی تعداد زیادہ ہے۔ لیکن اگر فرض کر لیا جائے کہ عورتیں اور مرد برابر بھی ہیں اس صورت میں بھی کم از کم دس لاکھ آدمی پاکستان میں ایسے ہوں گے۔ جو نکاح کے قابل نہیں کیونکہ وہ غریب ہیں وہ اس کے کھانے کا بندوبست نہیں کر سکتے تو شریعت انہیں نکاح کرنے پر مجبور نہیں کرتی۔ تو جو دس لاکھ مفلس ہیں اور افلاس کی وجہ سے شادی نہیں کر سکتے تو اس کے مقابلہ میں ۱۰ لاکھ عورتیں بچیں گی۔ آپ نکاح ثانی ممنوع قرار دیتے ہیں۔ تو اس صورت میں ۱۰ لاکھ عورتیں کیا کریں گی۔ یا پھر مجبوراً داشتائیں بن کر گلی کوچوں میں پھریں گی۔؟ کچھ مرد مریض بھی ہوتے ہیں۔ نامردی میں بھی مبتلا ہوتے ہیں۔ فرض کیا ایسے مردوں کی پاکستان میں تعداد دس لاکھ ہے جو بیمار ہیں جو شادی کے قابل نہیں تو وہ دس لاکھ عورتیں کیا کریں گی۔؟

اس سلسلہ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ اگر کسی غزوہ یا لڑائی میں ۱۰ لاکھ مرد شہید ہوگئے۔ تو دس لاکھ بیویوں کا کیا بنے گا۔ جب عائلی قوانین کی بنا پر دوسرا نکاح جائز نہیں۔ تو وہ دس لاکھ عورتیں کہاں جائیں گی۔ شریعت نے اجازت دے رکھی۔ ایسے مواقع پر اجازت دے رکھی ہے کہ اگر مرد پورا انصاف کرنا چاہے تو وہ دوسرا نکاح کر سکتا ہے۔

ایک دوسری بات میں مختصر عرض کرتا ہوں کہ عائلی قوانین میں نکاح کیلئے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے۔ کہ وہ نکاح قانونی ہوگا، جب رجسٹریشن اسکی ہوچکی ہو۔ میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ وہ علاقے جو دور دراز ہیں قبائلی ہیں۔ جو علاقے پہاڑوں میں ہیں، وہ رجسٹریشن کیسے کرائیں گے۔ اگر وہ نہیں کرا سکتے تو کیا ان کے نکاح قانوناً ناجائز ہوں گے۔؟ ایک بات اور میں عرض کرتا ہوں کہ آئینی قوانین مارشل لاء کی طاقت سے نافذ ہوئے اس سے پہلے ہمارے باپ دادوں ہمارے اسلاف نے بزرگوں نے

شادیاں کیں اور رجسٹریشن نہیں کی گئی تھی تو کیا ایسے نکاح درست ہیں یا نہیں ؟ اگر وہ درست نہیں تو پھر ہماری حیثیت کیسی رہ جاتی ہے ؟ اگر دادا کا نکاح درست ہے۔ تو ہمارے نکاح رجسٹریشن کے بغیر کیوں درست نہیں ہیں، شریعت میں ایجاب وقبول مہر اور دو گواہوں کی ضرورت ہے۔ شریعت نے رجسٹریشن کو لازمی نہیں قرار دیا۔ اس کے علاوہ موجودہ عائلی قوانین کی وجہ سے عورتوں کے اوپر ایک اور ظلم ہو رہا ہے۔ مثلاً ایک شخص ہے، اسکی ایک لڑکی ہے اور ایک اس کا لڑکا ہے۔ وہ لڑکا باپ کی زندگی میں انتقال کر گیا۔ اس لڑکے کی بیٹی ہے۔ اب وہ شخص مرجاتا ہے۔ اسکی ایک لڑکی زندہ ہے۔ اور ایک پوتی۔ تو شریعت میں یہ ہے کہ لڑکی کو آدھا حصہ میراث سے ملے گا۔ اور وہ جو پوتی ہے اس کو سدس ملے گا۔ تکملۃ الثلثین۔

عائلی قوانین نے اس لڑکی پر جو یتیم ہے ناانصافی کی اور اس لڑکے کو جو باپ کی زندگی میں فوت ہو چکا ہے۔ اس کو زندہ فرض کرایا۔ جو محض ایک خیالی اور مفروضہ صورت ہوتی ہے۔ جبکہ کسی قانون میں ایسے مفروضے نہیں ہوتے۔ زندہ فرض کرنے کے بعد پھر اس کا جو مال ہے اس لڑکی کو دیا جائے گا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ لڑکے کو دو حصے اور لڑکی کو ایک حصہ ملتا ہے۔ اس صورت میں پوتی کو ایک حصہ ملتا تھا لڑکی کو آدھا پہنچتا تھا۔ اب دوسرا حصہ بھی اسے پہنچنے لگا۔ یہ ظلم ہے یا نہیں ہے۔ باوجود اس کے آپ کہتے ہیں کہ ہم نے اس قانون میں یتیم کی طرفداری کی۔ میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ یتیم بھی اسلام ہی کا مسئلہ ہے۔ یتیم کی طرفداری کرنی چاہئے۔ اس کا شریعت نے انتظام کیا ہے۔ شریعت یہ کہتی ہے کہ جس شخص کا باپ مرجائے اور دادا زندہ ہو تو اس یتیم لڑکے کا نان نفقہ کپڑا تعلیم وغیرہ کا انتظام دادا کریگا اگر دادا نہ ہو تو چچا تایا کرے گا۔ اگر تایا چچا نہ ہو تو چچے کے لڑکے کریں گے۔ جب تک بر سر روزگار نہ ہو۔ اگر وہ نہ کریں تو یتیم کے حق کی ادائیگی بیت المال کرے گی۔ حکومت کرے گی۔ یہ چیز ان کو شریعت نے دی اس بناء پر میں عرض کرتا ہوں کہ اس کی جو دفعات ہیں وہ شریعت اور اسلام کے خلاف ہیں۔ اور اسے منسوخ کر دیا جائے۔

مسٹر سپیکر :- مولانا صاحب آپ دس منٹ تک تقریر کر سکتے تھے آپ نے زیادہ وقت لے لیا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

نوٹ :- افسوس کہ مولانا کو اپنی تقریر جو ابھی تمہید میں تھی ختم کرنی پڑی۔ اور نہایت محدود وقت بھی اکثریتی پارٹی کی بار بار مداخلت اور خواتین کی دخل اندازیوں کی نذر ہوا۔ پھر بھی مولانا مدظلہ کی اس تقریر میں اہم بنیادی اور اصولی باتیں آگئیں ——

(ادارہ)

قومی اسمبلی میں

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ کے

سوالات

اور وزراء کے

جوابات

قومی اسمبلی کے حالیہ سیشن میں، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ نے وقفہ سوالات کے لئے ملک کے کئی دینی، معاشرتی، سماجی اہم مسائل پر سوالات اٹھائے۔ اور اس طرح حق بات پہنچانے کی سعی کی۔ متعلقہ وزراء کی طرف سے اس کے جوابات بلا تبصرہ اور مولانا مدظلہٗ کے سوالات یہاں دئیے جا رہے ہیں ان میں سے کچھ سوال و جواب اخبارات میں بھی آچکے ہیں۔ ہم اسے اسمبلی سیکرٹریٹ کے مرتب کردہ ریکارڈ سے یہاں دے رہے ہیں۔ بعض اہم ترین سوالات مسترد کر دئے گئے جو الگ دئے جا رہے ہیں۔

★

قومی لباس

سوال ۱۱۱ ۔ مورخہ ۲۹ر اگست ۔ ۱۹۷۲ء

کیا وزیر شعبہ عملہ براہ کرم بتائیں گے۔

(الف) کیا قوم میں سادگی پیدا کرنے کیلئے حکومت کا سرکاری افسروں کے لباس تبدیل کرنے کا پروگرام ہے۔ ؟

(ب) آیا ایسی کوئی تجویز زیر غور ہے۔ ؟

جواب :۔ منتقل ہو گیا۔ دوسرے نمبر کے تحت آرہا ہے۔

اردو قومی زبان

سوال ۱۴۸ مورخہ ۳۰ر اگست ۔ ۱۹۷۲ء

کیا وزیر تعلیم یہ بیان فرمائیں گے۔ کہ اگر اردو پاکستان کی قومی زبان قرار دی جا چکی ہے۔ اور

قومی سطح پر حکومت اس فیصلے پر عمل درآمد کیلئے کیا اقدامات کر رہی ہے۔؟

جواب عبدالحفیظ پیرزادہ :- اسلامی جمہوریہ پاکستان کے عبوری آئین بابت ۱۹۷۲ء کی دفعہ ۲۶۷ (۱) اردو کو ایک قومی زبان کا مرتبہ عطا کرتی ہے۔ اردو کو ترتیب کے ساتھ اور سہل طور پر بالآخر سرکاری ذریعہ اظہار میں بدلنے کے کام کو آسان کرنے کے لئے جو اقدامات کئے گئے ہیں۔ ان میں کراچی میں ترقی اردو بورڈ قائم کرنے اور لاہور میں مرکزی ترقی اردو بورڈ بنانے کا خاص طور پر ذکر کیا جا سکتا ہے۔ اردو میں سائنسی اور فنی و تکنیکی کتابیں شائع کرنے، نیز اردو اور دوسری پاکستانی زبانوں میں دولسانی لغات تیار کرنے کا بنیادی فریضہ انجام دینے کے علاوہ مؤخر الذکر کرنے اردو کی ٹائپ مشینوں کے لئے ایک جامع کلیدی تختہ ترتیب دینے کا بنیادی کام بھی پورا کیا ہے۔ بورڈ کے انتظام کے تحت چلائی جانے والی اردو مختصر نویسی اور ٹائپ کرنے کی کلاسوں میں اب تک ۸۰۰ اردو مختصر نویس اور ٹائپ کنندگان تربیت حاصل کر چکے ہیں۔ اور حال ہی میں طلباء کے داخلے کی گنجائش دگنی کر دی گئی ہے۔ وزارت قانون نے حال ہی میں ان تمام سرکاری بلوں کا اردو ترجمہ شائع کرنے کا ذمہ لیا ہے۔ جو قومی اسمبلی میں پیش کئے جاتے ہیں۔ نیز عبوری آئین کا اردو ترجمہ پہلے ہی بازار میں دستیاب ہے۔

قادیانیت --- ربوہ

سوال ۱۴۹ ۔ ۳۱ اگست ۱۹۷۲ء

کیا وزیر تعلیم یہ بیان فرمائیں گے۔ کہ عوام میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ نئی تعلیمی پالیسی کے باوجود ربوہ میں سکول اور کالج کو حکومت اپنی تحویل میں نہیں لے رہی ہے۔ اور انہیں اس سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔؟

جواب۔ عبدالحفیظ پیرزادہ :- جی نہیں!۔

فحش ٹی وی

سوال ۱۵۸ ۔ ۳۱ اگست ۱۹۷۲ء

کیا وزیر اطلاعات و نشریات ازراہ کرم یہ ارشاد فرمائیں گے۔ کہ آیا یہ حقیقت ہے۔ کہ غیر ملکی عریاں تصویریں ٹیلی ویژن پر پیش کی جاتی ہیں۔؟

جواب، کوثر نیازی :- جی نہیں!

ریڈیو

سوال نمبر ۱۸۷ ۳۱ر اگست ۱۹۷۲ء

کیا وزیر اطلاعات و نشریات ازراہ کرم یہ ارشاد فرمائیں گے کہ :

(الف) ہفتہ میں کل کتنے گھنٹے ریڈیو پر سے پروگرام پیش کئے جاتے ہیں ؟

(ب) اسلامی فکر اور تعلیمات کی تبلیغ کے لئے ہفتہ میں کل کتنے گھنٹے مخصوص کئے گئے ہیں۔

جواب ، کوثر نیازی :- (الف) داخلی نشریات : ہفتہ وار ۸۰۱ گھنٹے ۲۰ منٹ

بیرونی نشریات : " ۸۴ گھنٹے ۲۰ منٹ

(ب) مذہبی نشریات ۱۰.۵ گھنٹے اوسط کے لحاظ سے ہر ہفتہ

بشمول ۴ گھنٹے ۵ منٹ بیرونی نشریات

ضمنی سوال :- اس موضوع پر کئی ضمنی سوالات کئے گئے ایک سوال مولانا نے یہ کیا کہ گھر گھر میں ٹی وی کی نمائش لہو و لعب میں شامل نہیں۔ تو جواب یہ دیا گیا کہ اس کا فتویٰ وہ علماء دے سکتے ہیں جو ٹی وی پر پروگرام پیش کرتے ہیں۔ (نوائے وقت)

قادیانی اوقاف

سوال نمبر ۱۸۸ ۳۱ر اگست ۱۹۷۲ء

کیا وزیر حج و اوقاف ازراہ کرم ارشاد فرمائیں گے کہ :

(الف) کیا اوقاف اور حج کے شعبہ کے دائرہ کار میں قادیانی جماعت کے اوقاف نہیں آتے ؟ اگر ایسا ہے ۔ تو اس کی وجوہات کیا ہیں ؟

(ب) کیا حکومت کے پاس اس سلسلے میں کوئی اقدامات کرنے کی تجویز ہے ؟

جواب ، کوثر نیازی :- (الف) مرکزی وزارت اوقاف کے پاس کوئی وقف نہیں ہے ۔ تمام اوقاف صوبائی حکومتوں کے دائرہ اختیار میں ہیں۔

(ب) مندرجہ بالا جواب کی روشنی میں یہ سوال مرکزی حکومت سے غیر متعلق ہے۔

سود

سوال نمبر ۲۱۹ ۲۰ر ستمبر ۱۹۷۲ء

کیا وزیر مالیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ : (الف) آیا شمال مغربی سرحدی صوبہ کی حکومت

کی طرح وفاقی حکومت بھی مرکزی قرضوں کو کلی یا جزوی طور پر بلاسود کرنے کی کسی تجویز پر غور کر رہی ہے۔؟

(ب) آیا حکومت کے پاس ملک کو سودی معاشرہ سے نجات دلانے کا کوئی منصوبہ ہے۔؟

جواب، ڈاکٹر مبشر حسن :۔ (الف) جی نہیں۔

(ب) جی ہاں۔

تعطیلِ جمعہ

سوال ۲۴۹۔ ۴ ستمبر ۱۹۷۲ء

کیا وزیرِ داخلہ ازراہ کرم ارشاد فرمائیں گے۔ کہ کیا شمال مغربی سرحدی صوبے کی حکومت نے اتوار کی بجائے جمعہ کو چھٹی کرنے کی کوئی تجویز پیش کی ہے۔؟

جواب، عبدالقیوم خان وزیرِ داخلہ : جی ہاں۔

ضمنی سوال :۔ مولانا عبدالحق ـــ صاف الفاظ میں یہ بتایا جائے کہ مرکزی حکومت اس تجویز کو منظور کر رہی ہے، یا نامنظور۔؟

وزیرِ داخلہ ـــ مولانا صاحب ! بات یہ ہے کہ یہ مسئلہ دو تین ہفتوں سے ایوان میں زیرِ بحث ہے۔ تو جب تک معزز ایوان کی رائے سامنے نہ آئے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

مولانا عبدالحق ـــ کیا یہ یقین رکھا جائے کہ یہ بحث پایہ تکمیل تک پہنچ بھی سکے گی۔؟

وزیرِ داخلہ ـــ معزز ایوان کو یقین کرنا چاہیئے کہ ایسے اچھے کاموں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جاسکے گا۔

قومی لباس

سوال ۲۶۴۔ ۴ ستمبر ۱۳۹۲ھ

کیا وزیرِ داخلہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے۔ کہ :

(الف) آیا حکومت کے پاس سرکاری افسروں کے لباس کو بدلنے کا کوئی پروگرام ہے۔ تاکہ قوم کو سادگی کی طرف مائل کیا جاسکے۔؟

(ب) آیا ایسی کسی تجویز پر غور ہو رہا ہے۔؟

جواب، عبدالقیوم وزیرِ داخلہ :۔ (الف ، ب) جی نہیں۔ سرکاری ملازمین کے لئے سادہ زندگی بسر کرنے کے بارے میں موجودہ ہدایات کافی تصور کی جاتی ہیں۔

اساتذہ کے مسائل

سوال ۳۲۴۔ ۷ ستمبر ۱۹۷۲ء

کیا وزیر تعلیم و صوبائی رابطہ ازراہ کرم ارشاد فرمائیں گے، کہ :

(الف) آیا وہ اس بات سے باخبر ہیں۔ کہ ملک بھر کے اساتذہ اپنے حقوق کیلئے جدوجہد کر رہے ہیں۔؟

(ب) آیا حکومت اسکول اور کالج کے اساتذہ کو تنخواہوں کیلئے اسکیل دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ نیز

(پ) ان مراعات کی تفصیل بیان کی جائے، جو تعلیمی اصلاحات کی رو سے اساتذہ کو دی جائیں گی۔ اور جو حکومت کے زیر غور ہیں۔؟

جواب، عبدالحفیظ پیرزادہ :۔ (الف) جی ہاں، حکومت کو اساتذہ کے مسائل کا علم ہے۔

(ب) اب کم و بیش اساتذہ کی تنخواہوں کے پیمانے ان کے بالمقابل سرکاری کیڈروں کی تنخواہوں کے برابر ہیں۔ بہرحال اس سلسلہ میں حکومت کے اعلان کردہ قومی تنخواہ کے پیمانوں کا جائزہ لیا جارہا ہے۔ اگر اساتذہ کیلئے نقصان دہ کوئی سنگین تضادات یا عدم یکسانیت پائی گئی۔ تو صورت حال کی اصلاح کیلئے مناسب ہم آہنگی پیدا کی جائے گی۔

(پ) تعلیمی پالیسی کے تحت اساتذہ کے لئے حسب ذیل سہولتیں رکھی گئی ہیں۔

۱۔ اساتذہ کے تعلیمی پروگرام کی از سر نو تنظیم کے ذریعہ تعلیم اساتذہ کو وسیع کیا جائے گا۔

۲۔ تعلیم اساتذہ کے نظام کو اس طرح مرتب کیا جائے گا۔ کہ اداروں میں مطالعہ تعلیم کو ایک مضمون کی حیثیت سے رائج کرکے تربیت یافتہ اساتذہ کی افرادی قوت کی اضافی ضروریات کو پورا کیا جاسکے۔

۳۔ خواتین اساتذہ کی تعداد کو ہر سطح پر بالخصوص ابتدائی سطح پر بڑی حد تک بڑھایا جائے گا۔

۴۔ نجی سکولوں اور کالجوں کے قومیائے جانے کے بعد ان کے اساتذہ کی تنخواہوں اور دیگر شرائط ملازمت میں بالآخر سرکاری اداروں میں اپنے بالمقابل لوگوں کے برابر ہو جائیں گے۔

۵۔ نجی سکولوں اور کالجوں کے قومیائے جانے کے موقع پر ان کے ایسے عملہ کو جو پوری طرح تعلیمی قابلیت کا حامل نہیں ہے۔ ایک معقول عرصے کے اندر اندر مطلوبہ تعلیمی قابلیت حاصل کرنے کا موقع دیا جائے گا۔

۶۔ اساتذہ کو ملک کے اندر مزید تعلیم جاری رکھنے کیلئے چھٹی فراخدلی سے دی جائے گی۔

۷۔ اساتذہ کو رہائشی سہولتیں دینے کیلئے بڑے پیمانے پر بلا کرایہ مکانات کی تعمیر شروع کی جائیگی۔

۸۔ اساتذہ کی بھرتی کے قواعد کو آسان بنایا جائے گا۔

۹۔ سول سروس اور فنانس سروس کی موجودہ اکیڈمیوں کے طرز پر اساتذہ اور تعلیمی منصوبہ بندوں، منتظموں کیلئے اکیڈمی قائم کی جائے گی۔

۱۰۔ موزوں پس منظر، تجربہ اور صلاحیت رکھنے والے اساتذہ کو مختلف انتظامی اور مشاورتی سرکاری کیڈروں میں ملازمت کا موقع دیا جائے گا۔

ضمنی سوال، مولانا عبدالحق :۔۔۔ خاندانی منصوبہ بندی کے بارہ میں ایک ضمنی سوال پر مولانا عبدالحق صاحب نے دریافت کیا:

جناب سپیکر صاحب! قدرت نے مشرقی پاکستان کی شکل میں ساڑھے سات کروڑ افراد ہم سے جدا کر دیئے۔ کیا سات کروڑ افراد کم ہونے کے بعد اب کروڑوں روپے خرچ کرکے مزید آبادی کم کرنا چاہتے ہیں، جبکہ لاکھوں روپے لگا کر بھی دو چار بچے ہی کم کئے جا سکیں گے۔ کیا خدا ہمیں عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا، جبکہ اس کا ارشاد ہے: لئن کفرتم ان عذابی لشدید۔ کیا خدا ہمیں اور کم نہیں کرے گا۔

۔۔۔ اس کے بعد وزیر صحت اور علماء حضرات کے درمیان ظریفانہ نوک جھونک رہی۔ مولانا نے دوبارہ اٹھ کر فرمایا:

سپیکر صاحب! گذارش یہ ہے کہ کیا ۲۵ لاکھ روپے رقم اس مقصد پر خرچ کرنا اسلامی نقطہ نظر سے جائز ہے۔ حضورؐ کا ارشاد تو یہ ہے کہ توالدوا وتناسلوا فانی اباھی بکم الامم۔

سپیکر :۔۔۔ ڈس الاوڈ (DIS ALLOWED) اسکی اجازت نہیں۔

علاقائی مسائل

سوال، ۴۹۵　۸ ستمبر ۱۹۷۲ء

کیا وزیر مواصلات از راہ کرم ارشاد فرمائیں گے کہ آیا یہ امر واقعہ ہے کہ تحصیل نوشہرہ میں نظام پور کا دور دراز اور پہاڑی علاقہ جو کہ ۳۲ دیہات پر مشتمل ہے۔ مکمل طور پر ذرائع مواصلات سے محروم ہے۔ (ب) کیا حکومت اس علاقہ میں ٹیلیفون لائن لگانا چاہتی ہے۔ اگر ایسا ہے تو ...؟

جواب، غلام مصطفیٰ جتوئی :۔ جی نہیں، یہ حقیقت نہیں ہے۔ نظام پور کے پہاڑی علاقے میں ڈاک و تار کی مناسب سہولیات موجود ہیں۔ نظام پور خاص میں ایک "کمبائنڈ پوسٹ اینڈ ٹیلی گراف آفس"

ہے۔ اور ملحقہ علاقوں میں ۸ تک ذیلی ڈاکخانہ جات ہیں۔ علاقہ کے لئے ڈاک پشاور و راولپنڈی ریلوے روٹ پر واقع نوشہرہ ریلوے اسٹیشن سے لائی اور لے جائی جاتی ہے۔ جو کہ گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کی یومیہ چلنے والی موٹر میل سروس کے ذریعہ نظام پور کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ تمام کے تمام ذیلی ڈاکخانہ جات بھی یومیہ پیادہ ڈاکیوں کے ذریعے اپنے اپنے سب آفسوں کے ساتھ ملایا گیا ہے۔

(ب) جی نہیں! ٹیلی فون کی لائنوں کو نظام پور تک بڑھانا بہرحال معاشی عوامل پر منحصر ہوگا۔

سوال نمبر ۳۹۶ ، ۸ر ستمبر ۱۹۷۲ء

(الف) کیا وزیر مواصلات از راہ کرم ارشاد فرمائیں گے۔ کہ آیا یہ امر واقعہ ہے کہ اکوڑہ خٹک تحصیل نوشہرہ کا ٹیلیفون ایکسچینج روزانہ دن کے ۲ سے ۴ بجے تک اور رات کے ۱۱ بجے سے صبح ۷ بجے تک بند رہتا ہے۔ اور عوام کیطرف سے درخواستوں کے باوجود اس کا اب تک کوئی نوٹس نہیں لیا گیا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو حکومت کیا کارروائی کرنے کی تجویز رکھتی ہے۔؟

(ب) چونکہ اکوڑہ خٹک ایکسچینج میں صرف ایک لائن ہے، جو اسے نوشہرہ سے ملاتی ہے۔ کیا اکوڑہ خٹک کو پشاور یا راولپنڈی سے ملانے کے لئے کوئی لائن لگائی جائے گی۔؟

جواب ـــ غلام مصطفےٰ جتوئی :- اکوڑہ خٹک میں پچاس لائنوں کا ایک ایکسچینج دن میں چودہ گھنٹوں کے لئے کھلا رہتا ہے۔ سات بجے تا دو بجے اور چار بجے تا گیارہ بجے۔ کنکشنوں کی تعداد نو ہے۔ لہذا چوبیس گھنٹے تک کھلا رکھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ مسئلہ کی از سر نو جانچ کی جا رہی ہے۔

سوال نمبر ۳۹۷ ۔ ۸ر ستمبر ۱۹۷۲ء

کیا وزیر مواصلات از راہ کرم ارشاد فرمائیں گے۔ کہ سال رواں کے دوران تحصیل نوشہرہ میں کتنے ٹیلیفونی سلسلے اور ٹیلیفون ایکسچینج لگائے جائیں گے۔؟

جواب، غلام مصطفےٰ جتوئی :- اس وقت نوشہرہ تحصیل میں دو ٹیلیفون ایکسچینج ہیں۔ ایک نوشہرہ میں اور دوسرا اکوڑہ خٹک میں۔ موجودہ سال میں کسی نئے ٹیلیفون ایکسچینج کے کھولے جانے کی کوئی تجویز نہیں ہے۔ مندرجہ بالا ٹیلیفون ایکسچینجوں میں سے دئے جانے والے مزید ٹیلیفونوں کا انحصار مانگ پر ہوگا۔

★

ثقافتی طائفے

سوال ۴۱۴ ۔ ۲۳ ستمبر ۱۹۷۲ء

(الف) کیا وزیر مالیات ازراہ کرم ارشاد فرمائیں گے کہ آیا ماریشش اور دوسرے ممالک کے دورہ پر ثقافتی طائفہ بھیجا گیا ہے۔

(ب) اس طائفہ کے لئے زرمبادلہ کی کتنی رقم منظور کی گئی ہے۔

(پ) ملک کے اندرون طائفوں پر کتنی رقم خرچ کی جاتی ہے۔

(ت) یحیٰی خان کے دور حکومت کے آخری ایام میں ایک گلوکارہ کو ٹوکیو بھیجنے میں کتنی رقم صرف ہوئی۔

(ٹ) ان طائفوں سے ملک کو کیا فائدہ پہنچا ہے۔

جواب، عبدالحفیظ پیرزادہ :۔۔ (الف) جی ہاں۔

(ب) ۶۹۰۰۰ روپے

(پ) ۳۷۷۱۰۰ روپے

(ت) ۹۲۷۵۹ روپے

(ٹ) اپنی خارجہ ثقافتی پالیسی کے حصہ کے طور پر پاکستان دنیا کے دیگر ممالک کے ساتھ ثقافتی معاہدے کرتا رہا ہے۔ نیز اس نے ان پر عمل بھی کیا ہے۔ ان معاہدوں کا مقصد تعلیم سائنس کھیل کود اور ثقافت کے میدانوں میں باہمی تبادلہ ہوتا ہے۔ تاحال ہم ۲۷ ثقافتی معاہدات طے کر چکے ہیں۔ اور متعدد دیگر معاہدات پر اسوقت بات چیت ہو رہی ہے۔ بلیشتر ثقافتی معاہدوں میں ایک دفعہ مشترک اور یہ ثقافتی وفود طائفوں کے باہمی تبادلوں کے بارے میں ہے۔ طائفوں کے باہمی تبادلوں کا زیادہ تر مقصد متعلقہ عوام کی طرز زندگی اور دلی امنگوں و آرزؤں کے براہ راست علم کے ذریعے مختلف ممالک کے مابین بہتر مفاہمت و واقفیت پیدا کرنا اور تعلقات کو مستحکم کرنا ہوتا ہے۔

اسلام کی تبلیغ

سوال ۴۴۸ ۔ ۱۲ ستمبر ۱۹۷۲ء

(الف) کیا وزیر قانون ازراہ کرم ارشاد فرمائیں گے کہ کیا ملک و بیرون ملک میں اسلام کی تبلیغ و ترویج کیلئے کچھ کیا گیا ہے۔ اگر کیا گیا ہے تو اس کی تفصیل ۔۔؟

جواب، محمود علی قصوری :۔۔ جی ہاں! موجودہ مالی سال کے دوران مبلغ ۔۔۔۔۔ روپے ادارہ تحقیقات اسلامی کو کتب و رسائل کی اشاعت کیلئے تعین کئے جا چکے ہیں۔ یہ رقم ابھی تک خرچ نہیں کی گئی۔

مندرجہ بالا رقم کے علاوہ مبلغ ۳۰۷۰۰ روپے کی رقم اسلام کی تبلیغ اور دیگر اسلامی مقاصد کے لئے تعین کی جاچکی ہے۔ جسکی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) برسیلز میں اسلامی مرکز کے لئے امدادی رقم۔	۴۰۰۰ روپے
(۲) لندن میں مسلمانوں کے قبرستان کیلئے امدادی رقم۔	۴۹۰۰ "
(۳) روم، اٹلی میں اسلامی مرکز کیلئے امدادی رقم۔	۳۹۰۰ "
(۴) واشنگٹن کی مسجد کیلئے امدادی رقم	۶۹۳۰۰ "
(۵) نیویارک میں اسلامی مرکز کیلئے امدادی رقم	۱۱۶۰۰ "
(۶) لندن کی واکنگ مسجد کے امام کی تنخواہ اور مسجد کی نگہداشت کیلئے	۴۶۲۰۰ "
(۷) برمنگھم کی مسجد کی تعمیر کیلئے امدادی رقم	۱۳۸۶۰۰ "
(۸) آسٹریلیا میں گینبرا کی مسجد کیلئے سالانہ امدادی رقم	۱۳۹۰۰ "

طب یونانی

سوال نمبر ۴۷۴ ۔ ۱۳ ستمبر ۱۹۷۲ء

کیا وزیر صحت و سماجی بہبود بیان فرمائیں گے۔ کہ:

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ دیسی طب کے مسائل پر پیشہ ورانہ مشورہ دینے کے لئے وزارت صحت میں کوئی ماہر نہیں ہے۔؟

(ب) کیا وزیر صحت اس بات کے لئے تیار ہیں کہ طبیبوں کی ایک مستقل کمیٹی بنائی جائے، جو حکومت کو پیشہ ورانہ مشورہ دے۔؟

جواب الشیخ محمد رشید:۔ جی نہیں! یہ وزارت صحت و سماجی بہبود میں ایک الگ اکائی ہے جو کلیتاً یونانی، آیورویدک، اور ہومیوپیتھک طریقہ علاج سے تعلق رکھنے والے معاملات سے نمٹتی ہے، یونانی اور آیورویدک طریقہ علاج کا ایک بورڈ بھی ہے۔ اور جب اور جیسے ضرورت پڑے، ان پیشوں سے متعلق مسائل پران کا مشورہ لیا جاتا ہے۔

(ب) یونانی اور آیورویدک طریقہ علاج کا ایسا کوئی بورڈ موجود نہیں جس کا مشورہ تمام تکنیکی مسائل پر لیا جائے۔ یہ ممتاز طبیبوں اور ویدوں پر مشتمل ہے۔ اس لئے یہ ضروری نہیں۔ حکومت کو پیشہ ورانہ مشورہ دینے کیلئے طبیبوں کی ایک مستقل کمیٹی تشکیل کی جائے۔

★

سوال نمبر ۴۷۵ ۔ ۱۳ ستمبر ۱۹۷۲ء

کیا وزیر صحت و سماجی بہبود بیان فرمائیں گے کہ حکومت مختلف طریقہ ہائے علاج جیسے ایلوپیتھی طب ، ویدک وغیرہ پر کس قدر رقم خرچ کی جاتی ہے ۔ اور ہر طریقہ پر الگ الگ مصارف کی تفصیل کیا ہے ۔ ؟

جواب ، شیخ محمد رشید :- ایلوپیتھی اور دیگر طریقہ ہائے علاج پر وفاقی حکومت ۵۸۵۳۵۰۰۰ روپے خرچ کر رہی ہے ۔ ۷۳-۱۹۷۲ء کے میزانیہ کے مطابق ہر طریقہ علاج پر مصارف کی تفصیل درج ذیل ہے :

طریقہ علاج	مصارف (ہزاروں میں)
۱۔ ایلوپیتھی	۵۸۳۹۸٫۷ روپے
۲۔ طب	
۳۔ آیورویدک	۱۳۶٫۳ روپے
۴۔ ہومیوپیتھی	

شراب

سوال نمبر ۵۳۸ ۔ ۱۴ ستمبر ۱۹۷۲ء

کیا وزیر تجارت ازراہ کرم ارشاد فرمائیں گے کہ آیا غیر ممالک سے شراب درآمد کی جارہی ہے اگر کی جارہی ہے تو ۱۹۴۷ء سے اب تک ہر سال زر مبادلہ کی صورت میں کتنا خرچ آیا ۔

جواب ، جے ۔ اے رحیم :- جی ہاں ! درآمد کا ایک گوشوارہ ایوان کی میز پر پیش کیا جاتا ہے ۔

پاکستان کے اسٹیٹ ۔۔ ائل سے ۱۹۵۳ء سے ۱۱ مئی ۱۹۷۲ء تک شراب کیلئے جاری کئے جانے والے لائسنسوں کا گوشوارہ :

سال	روپے (لاکھوں میں)
۵۳ — ۱۹۵۴ء	۱۴٫۴۸
۵۴ — ۱۹۵۵ء	۱۴٫۰۶
۵۵ — ۱۹۵۶ء	۱۹٫۸۱

سال	روپے (لاکھوں میں)
۵۶ ـــ ۱۹۵۷ء	۲۰،۳۸
۵۷ ـــ ۱۹۵۸ء	۲۰،۰۳
۵۸ ـــ ۱۹۵۹ء	۲۰،۱۵
۵۹ ـــ ۱۹۶۰ء	۲۵،۴۳
۶۰ ـــ ۱۹۶۱ء	۲۵،۴۸
۶۱ ـــ ۱۹۶۲ء	۲۵،۵۳
۶۲ ـــ ۱۹۶۳ء	۲۳،۵۳
۶۳ ـــ ۱۹۶۴ء	۳۷،۰۶
۶۴ ـــ ۱۹۶۵ء	۳۱،۴۰
۶۵ ـــ ۱۹۶۶ء	۱۴،۱۴
۶۶ ـــ ۱۹۶۷ء	۱۴،۹۴
۶۷ ـــ ۱۹۶۸ء	۱۱،۱۵
۶۸ ـــ ۱۹۶۹ء	۱۳،۰۲
۶۹ ـــ ۱۹۷۰ء	۱۳،۴۵
۷۰ ـــ ۱۹۷۱ء	،۰۳
۷۱ ـــ ۱۹۷۲ء	۷،۰۲

(۱۱ر مئی ۱۹۷۲ء)

نوٹ :- ۱۹۵۳ء تک شراب کی درآمد کے علیحدہ اعداد و شمار نہیں رکھے جاتے تھے۔

عربی مدارس اور دارالعلوموں کے فارغ التحصیل

سوال ۵۴۹ -

کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم ارشاد فرمائیں گے ۔ کہ آیا حکومت ان سندوں کو قبول کرنے کی تجویز رکھتی ہے ۔ جو شہرت یافتہ عربی سکولوں اور دارالعلوم کے تعلیم یافتہ طلباء کو دی گئی ہیں ۔ اگر نہیں تو اسکی وجوہات ؟

جواب ، عبدالحفیظ پیرزادہ :- ان مدارس کے سرٹیفکیٹ تسلیم شدہ ہیں ، جنہیں ثانوی تعلیمی بورڈ یا یونیورسٹیوں نے منظوری دی ہے ۔ ان سرٹیفکیٹوں کو عام طور پر فاضل عربی یا فاضل فارسی وغیرہ کہا جاتا ہے ۔ باقی

سندات جو کہ منظور شدہ نہ ہوں، حکومت نے انہیں تسلیم نہیں کیا ہے۔ کیونکہ تسلیم کرنے کیلئے ان اداروں کو چند ضروری شرائط کو پورا کرنا چاہیئے جو کہ بورڈ یا یونیورسٹی کی طرف سے عائد ہوں۔

فری میسن تحریک

سوال ۵۹۳ - ۲۰ ستمبر ۱۹۷۲ء

(الف) کیا وزیر داخلہ از راہ کرم ارشاد فرمائیں گے کہ آیا یہ امر واقع ہے۔ کہ فری میسن تحریک ایک غیر اسلامی اور صیہونی تحریک ہے۔

(ب) آیا یہ امر واقع ہے کہ یہ ادارے پاکستان میں موجود ہیں۔ اور اگر یہ صحیح ہے۔ تو ان اداروں نیز ان کے ساتھ منسلک افراد کی تعداد بیان کی جائے۔؟

(پ) کیا یہ امر واقع ہے کہ فری میسن تحریک پاکستان اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا مرکز ہے؟

(ت) آیا حکومت ان اداروں کی سرگرمیوں سے باخبر ہے۔؟

جواب، عبدالقیوم خان :- (الف) یہ اپنے اپنے خیال کی بات ہے۔ تاہم حکومت کے پاس اس الزام کے بارے میں کوئی ثبوت نہیں۔

(ب) جی ہاں! مغربی پاکستان میں تقریباً ۳۰ میسانک لاج ہیں۔ اور ان کے ۷۰ اراکین ہیں۔

(پ) اس مبینہ حقیقت کا حکومت کو علم نہیں۔

(ت) جی ہاں! اگر حکومت کو معقول ثبوت کے ساتھ فری میسن کی کوئی متعصبانہ حرکت نظر آئی۔ تو اس کے خلاف یقیناً مناسب کارروائی کرے گی۔

ضمنی سوال :- ۱۴ اگست ۱۹۷۲ء (حلف وفاداری کے بعد دستخط کرتے وقت)

مولانا عبدالحق :- جناب جبتک مستقل آئین نہیں بنتا ہے کیا یہ حلف اس وقت تک کیلئے ہے جو میں نے ابھی اٹھایا ہے۔؟

مسٹر چیئرمین :- اب تو آپ دستخط کریں۔

ضمنی سوال۔ مولانا عبدالحق :- اگر ایک پانی کا گندہ قطرہ کسی کنویں میں پڑ جائے تو سارا کنواں گندہ ہو جاتا ہے اگر ٹی وی اسٹیشن سے تھوڑے وقت کیلئے درس قرآن ہو جاتا ہے اور زیادہ حصہ وقت کا لہو و لعب میں صرف ہوتا ہے تو میرے خیال میں اس سے تلاوت قرآن مجید کا فائدہ ختم ہو جاتا ہے۔

مسٹر سپیکر :- مولانا! اس سوال کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

سوال ۲۰۸ پر ضمنی سوال - ۱۷ر ستمبر ۱۹۷۲ء

مولانا عبدالحق :- کیا وزیر موصوف یہ ارشاد فرمائیں گے کہ پاکستان کی ۸۵ فیصد آبادی دیہات کی ہے، بجلی کی تقسیم جو ہو رہی ہے اس میں دیہات اور شہروں میں کوئی فرق تو نہیں۔ اگر ہے تو اسلامی نقطۂ نظر سے کیا یہ امتیاز غلط تو نہیں -؟

ڈپٹی سپیکر :- یہ صوبائی حکومتوں کا معاملہ ہے۔

مسٹر عبدالقیوم خان وزیر داخلہ :- صوبائی حکومتوں کا معاملہ ہے۔ وہ چاہیں تو بڑھا سکتی ہیں۔

جبری ریٹائرڈ شدہ ملازمین

مولانا عبدالحق :- جن لوگوں نے ریٹائرڈ شدہ افسروں کی فہرست بنائی اور جن کے کہنے سے ان پر مارشل لاء کا ضابطہ نافذ کیا گیا۔ کیا فہرست دینے والوں سے کوئی غلطی نہیں ہو سکتی -؟

سپیکر :- یہ تو آپ دلیل دے رہے ہیں۔

★

مسترد شدہ سوالات

سوالات — جن کا جواب نہ دینا بھی منہ بولتا جواب ہے

قومی اسمبلی کے وقفۂ سوالات کے لئے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے کئی ایک اہم دینی، ملی، سماجی اور اخلاقی امور سے متعلق سوالات داخل دفتر کئے ان میں سے چند اہم ترین سوالات کو جناب سپیکر یا ڈپٹی سپیکر نے اسمبلی کے قواعد و ضوابط کے نام سے مسترد کر دیا اور انہیں جوابات دینے کی فہرست سے نکالا گیا۔ ان میں سے کئی سوالات خود اپنی زبانی زندہ جوابات ہیں اور پوری ملت کے لئے ایک سوالیہ نشان — اسمبلی کے قواعد نے ان سوالات کو خاموش کرانا چاہا مگر ملک کے در و دیوار تو ان سوالات کے جوابات کیلئے سراپا سوال ہیں۔ کیا مملکت اسلامیہ پاکستان کے شہریوں کے پاس بھی ان سوالات کا جواب نہیں -؟ (ادارہ)

بنام وزیر داخلہ، پاکستان - مورخہ ۳۱ر اگست ۱۹۷۲ء - ایس۔کیو ڈی ۱۶

۱- کیا وزیر داخلہ صاحب وضاحت فرمائیں گے کہ کیا یہ صحیح ہے کہ ربوہ کا پولیس اسٹیشن اور پوسٹ آفس وغیرہ قادیانیوں کے خطرناک تنظیم محکمہ امور عامہ کے کنٹرول میں ہے -؟

۲۔ کیا متعلقہ وزیر صاحب بتائیں گے کہ کیا یہ اطلاعات صحیح ہیں کہ خلیفہ ربوہ اپنی پرائیویٹ مجالس میں یہ تاثر دے رہا ہے کہ موجودہ حکومت میرے زیر اثر ہے۔ اور اگر یہ صحیح ہے تو اس کے محرکات کیا ہیں۔؟

بنام وزیر داخلہ۔ ۱۴ر ستمبر ۱۹۷۲ء۔ ایس/کیو ڈی سی ۱۷۱

۱۔ کیا وزیر داخلہ ارشاد فرمائیں گے۔ کہ چینی سفیر متعینہ پاکستان کے دورۂ ربوہ اور وہاں پر دو دن قیام کے مبہم خبروں سے ملک میں سنسنی پھیل گئی تھی۔ کیا وزیر داخلہ اس دورہ کی تفصیلات بتا سکیں گے۔ اور اس دورہ کے عوامل پر روشنی ڈالیں گے۔؟

بنام وزیر داخلہ۔ ۵ر ستمبر ۱۹۷۲ء

۱۔ کیا یہ صحیح ہے کہ پاکستان کی قادیانی جماعت مسلم دشمن نام نہاد ریاست اسرائیل میں اپنے سنٹر قائم کر چکی ہے۔؟

۲۔ کیا یہ صحیح ہے کہ اسرائیل کے علاقوں، مونٹ کرمل، کبابیر میں قادیانیوں نے مضبوط سیاسی اڈے قائم کئے ہیں۔؟

۳۔ کیا یہ صحیح ہے کہ ایسے اڈے اپنے تبلیغی مقاصد کے ساتھ ساتھ مسلمان ممالک کے خلاف سازشوں کے مراکز بن گئے ہیں۔؟

۴۔ کیا یہ صحیح ہے کہ افریقہ سمیت پوری اسلامی دنیا اور یورپ میں مرزائیت کے سنٹر قائم ہیں۔؟

۵۔ کیا حکومت ایک پاکستانی جماعت کے ایسے مراکز اور سنٹروں کی تفصیل اور تعداد بتلا سکتی ہے۔؟

۶۔ کیا یہ صحیح ہے کہ ایسے مرزائی اڈوں نے یہودیوں سے مل کر سقوط مشرقی پاکستان میں اہم کردار ادا کیا۔؟

بنام وزیر تعلیم۔ نوٹس۔ ۲۰ر اگست۔ ایس/کیو ڈی سی ۱۷۱

۱۔ کیا وزیر تعلیم وضاحت فرمائیں گے کہ شیعہ فرقہ کے لئے دینیات کے الگ نصاب سے قومی یکجہتی اور اتحاد پارہ پارہ نہیں ہو سکتا۔؟

۲۔ کیا اس طرح آبادی کے تناسب اور شرح کے مطابق اکثریتی طبقہ (اہل سنت) ملازمتوں وغیرہ میں اس تناسب سے حصہ دینے کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔

۳۔ اور کیا اس طرح ۹۵ فیصد آبادی پر شیعہ فرقہ مسلط کرنے کی کوشش نہیں کرے گی۔

بنام وزیر تعلیم ۔ ۲۳ر ستمبر ۱۹۷۲ء ۔ ایس/کیو ڈی ۱۰۱

۱۔ کیا یہ صحیح ہے کہ پاکستان میں عیسائیوں کے مشنری ادارے منظم شکل میں مسلمانوں کو عیسائی بنانے میں سرگرم کار ہیں ۔ ؟

۲۔ کیا یہ صحیح ہے کہ اس کھلے بندوں ارتداد کی تبلیغ سے ہر سال عیسائی ہونے والے مسلمانوں کی شرح میں اضافہ ہو رہا ہے ۔ ؟

۳۔ کیا یہ صحیح ہے کہ مشنری سکول، کالج، چرچ اور تمام ادارے مسلمانوں کو مال و دولت، ملازمت وغیرہ کا لالچ دے کر عیسائیت میں پھنسا رہے ہیں ۔ ؟

۴۔ کیا یہ صحیح ہے کہ مسیحی مشن گریجویٹ بے روزگار نوجوانوں کو مسیحی سالویشن ٹریننگ کالج میں داخلہ کی پیشکش کی جاتی ہے ۔ جہاں انہیں بائیبل پڑھا کر عیسائیت، تبلیغ، تربیت، دی جاتی ہے ۔ اور کورس پورا ہونے پر معقول تنخواہیں دی جاتی ہیں ۔ ؟

۵۔ کیا یہ صحیح ہے کہ ۱۹۶۵ء پاک بھارت جنگ کے بعد چونڈہ کے محاذ پر ایک دوسرا نیا گرجا گھر تعمیر کیا گیا ۔ جبکہ ایک پہلے سے موجود تھا ۔ ؟

۶۔ کیا یہ صحیح ہے کہ بہاولپور میں ایک بہت بڑا گرجا گھر تعمیر ہوا ۔ اور وہاں مشنری بارہ مستقل مراکز کام کر رہے ہیں ۔ جبکہ نواب آف بہاولپور کے زمانہ میں ایسا نہیں ہونے دیا جاتا تھا ۔ ؟

۷۔ کیا آپ کے علم میں ہے آج سے چودہ سال قبل کینیڈا کے رومن کیتھولک کے آرگن پراپیگنڈ سکیشن نے اپنی اشاعت اکتوبر ۱۹۵۸ء میں لکھا تھا کہ پاکستان میں چرچ کو اپنے تبلیغی مشن میں عظیم ترین کامیابی ہوئی ۔ اور یہ کہ گذشتہ ایک سال ۱۹۵۷ء میں آٹھ ہزار مسلمانوں کو عیسائی بنایا گیا ۔ ؟

۸۔ پاکستان میں مسیحی مشنری اداروں کی تعداد کتنی ہے اور کتنے مسلمان اسکی لپیٹ میں آچکے ہیں ۔ ؟ ایک اسلامی مملکت میں اقلیت کو نئے گرجے اور عبادت خانے بنانے کی آزادی ہوتی ہے ۔ ؟

بنام وزیر مالیات ۔ ایس/کیو ڈی ۲۵ ۔ ۱۶ر ستمبر ۷۲ ۱۹ء

کیا وزیر مالیات ارشاد فرمائیں گے کہ کیا یہ درست ہے کہ حکومت طوائفوں اور ناچ گانے والیوں سے کوئی پیشہ ٹیکس وصول کر رہی ہے ۔ ایسی پیشہ ور اور ٹیکس دینے والی طوائفوں کی کل تعداد کتنی ہے ۔ کیا حکومت آمدنی کے اس ذریعہ کو بند کرنے کے متعلق سوچ رہی ہے ؟

ضبط و ترتیب : ادارۃ الحق

از حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی مدظلہ

دار العلوم حقانیہ میں کی گئی تقریر

نئے حالات

نئے تقاضے

علماء کی ذمہ داریاں

قانون سازی کا حق کسے حاصل ہے؟

۷ر اگست ۱۹۸۱ء کو تعطیل گرما کے دوران حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی مدظلہٗ طلباء دار العلوم کو اپنی زیارت اور فیوضات سے مشرف فرمانے دار العلوم حقانیہ تشریف لائے۔ دوسرے دن صبح دار الحدیث میں طلباء و اساتذہ کے ایک بڑے مجمع سے موجودہ حالات اور تقاضوں کی روشنی میں حکمت و موعظت سے بریز خطاب فرمایا۔ اس سے قبل حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ نے مولانا کے جامع کمالات شخصیت کو خراج تحسین پیش کیا اور فرمایا کہ "مولانا کی شخصیت اس دور میں علوم عقلیہ و نقلیہ احادیث، تفاسیر اور زمانہ کے مسائل و حوادث پر گہری نگاہ کے لحاظ سے بے بدل ہے۔ یہ جامعیت ان پر اللہ کا خاص احسان ہے۔ دار العلوم کے ساتھ ابتدائے تاسیس سے حضرت کا جو خصوصی تعلق اور ربط ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ اس شدید گرمی میں اور بیماری میں کہ ڈاکٹروں نے تمام تحریری و تقریری مشاغل سے منع کیا ہے۔ حضرت نے دار العلوم آنے اور یہاں طلباء کو اپنے علوم و معارف سے مستفید فرمانے کی زحمت اٹھائی۔ حق تعالیٰ ان کے درجات مزید بلند فرمائے اور اہل علم اور مسلمانوں کو ان کے فیوضات سے سیرابی کا تادیر موقعہ بخشے ـــــ دوسرے دن شام تک حضرت علامہؒ کی دار العلوم کے اساتذہ و علماء سے بابرکت مجالس رہیں اور شام کو اپنے دولت خانہ ترنگ زئی واپس تشریف لے گئے۔ اس موقعہ پر کی گئی تقریر یہاں

دی جا رہی ہے ۔۔۔۔ (ادارہ)

خطبۂ مسنونہ کے بعد ۔۔۔۔ ان الحکم الا للہ امر ان لا تعبدوا الا ایاہ ذٰلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون ۔

دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث بانی و مہتمم حضرت مولانا عبدالحق صاحب نے میرے بارہ میں جس نیک گمان کا اظہار کیا تو وہ چونکہ مجسم تواضع و خاکساری ہیں۔ ہر دوسری ہستی پر بڑا گمان اور اپنے آپ پر کم گمان ہوتا ہے۔ اس بنیاد پہ یہ سب کچھ فرمایا۔ باقی اندرونی کمالات کے علاوہ ان کی اپنی حقیقت کیا ہے؟ تو صرف اس سے اندازہ لگائیے کہ اس کا ثمرہ آپ سب کے سامنے بالکل عیاں شکل میں موجود ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے علم اور تقویٰ کا نام کیوں زندہ ہے۔ سب حضرات اکابر اپنے اپنے درجہ میں کمال رکھتے ہیں۔ مگر مولانا محمد قاسمؒ کا خیر اور فیض سب پر بھاری اور زیادہ ہوا ایسا مدرسہ قائم ہوا جس کا فیض سارے عالم میں پھیلتا چلا جا رہا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات سب پر کیوں زیادہ ہیں۔؟ حضورؐ نے ایک ایسی امت تیار فرمائی جو قیامت تک من حیث المجموع گمراہ نہیں ہوگی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سو برس نہیں گذرے تھے۔ کہ امت نے ایک خدا سے تین بنا دیئے۔ تو اس بنیادی قاعدہ کے تحت اللہ تعالیٰ نے اس سنگلاخ خطہ میں مولانا کے ہاتھ سے ایک ایسا ادارہ قائم فرمایا۔ اور یہ ان کے اخلاص ان کے علم اور تقویٰ کے ثمرات ہیں۔ جس کا خدا نے مشاہدہ کرا دیا کہ ان کے باطن میں جو بھی تھا۔ اللہ نے اسے ظاہر بھی فرمایا۔

آیت جو پڑھی گئی، سورہ یوسف کی ہے۔ مکی سورت ہے۔ آج کل سیاست کا چرچہ ہے۔ سیاست کے عملی قوانین اکثر مدنی سورتوں میں ہیں، لیکن سیاست کے بعض اہم اصول مکی سورتوں میں ہیں کہ من جملہ ان کے یہ آیت بھی ہے۔ حضرت یوسف کے زمانہ سے اعلان ہوتا ہے۔ کہ فرعونیت اور شان و شوکت کا دور دورہ تھا۔

۔۔۔۔ تو ایک انسان حکمران کی حاکمیت کے توڑ اور اس کے مقابلہ کے لئے یہ اعلان فرما دیا گیا۔ کہ حکومت صرف اللہ کی ہے۔ اور اس میں درس کا پہلو زیادہ ہے۔ اور کچھ باتیں بالترتیب بیان کی گئیں۔

اوّل ۔۔ تعیین کہ قانون کا سرچشمہ اللہ کی ذات ہے۔ یا انسان کی کھوپڑی یا کوئی جماعت ۔۔؟ تین احتمال ہو سکتے ہیں۔ قانون کو عربی میں حکم کہتے ہیں۔ قانون کا سرچشمہ اس کے بنانے کا اختیار اللہ کو حاصل ہے۔ ؟ یا انسانوں کو اگر انسان کو ہے اور ایک ہی فرد کو تو اس سے شہنشاہیت آئی۔ یا کئی انسانوں کو ہے۔ اور اکثریت پر فیصلہ ہے۔ تو اس سے جمہوریت یا پارلیمنٹ کا تصور آیا گویا تین چیزیں ہوئیں۔ ۱۔ حاکمیت الٰہیہ

۲. حاکمیت انسانیہ فردیہ۔ ۳. حاکمیت انسانیہ جمہوریہ یا شورائیہ یا جماعتیہ۔

اب دنیا کی کیا صورت حال ہے۔ تو اس سے یہ بات سمجھئے کہ بعض عمارتیں مرمت چاہتی ہیں۔ اور بعض کو بیخ و بن سے اکھاڑنا ضروری ہوتا ہے۔ اور ہمارا موجودہ نظام زندگی قابل مرمت نہیں کہ کچھ تو فرنگی کا قانون ہو اور کچھ خدا کا۔ ساری عمارت نئے سرے سے بناؤ گے تب کام چلے گا۔ مداہنت سے کام نہیں بنتا کہ امنّا بعض او اعاً بعضا۔ تو جسطرح مکانات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ یا پورا انہدام یا مرمت۔ تو سارا کا فرانہ نظام بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دینا ضروری ہے۔ اور اپنی طرف سے نہیں کہتا شاہ ولی اللہ صاحب کا زمانہ اورنگ زیب سے کچھ بعد کا زمانہ ہے تو اگرچہ اسلامی اثرات باقی تھے مگر بہت کچھ تبدیلیاں اور خرابیاں بھی آگئی تھیں۔ تو شاہ صاحب نے علاج تجویز کیا کہ فک کل نظام۔ ہر موجودہ غیر اسلامی نظام ختم کرانا ہے۔ اور یہ جو حکیم قدیم (شاہ ولی اللہ) نے فرمایا تھا تو "مسائٹیر" کے طبقہ کے حکیم یعنی اقبالؒ نے بھی یہی کہا اور فارسی نظم میں خدا سے مکالمہ کی صورت میں فرمایا کہ کافرانہ نظام سے مصالحت کریں یا نہیں ؎

گفتا کہ جہانِ ما آیا بہ تو می سازد

موجودہ جہاں تمہاری پسند ہے۔ یہ مغربی تہذیب، مغربی نظام، تمدن وغیرہ

گفتم کہ نہ سے سازد گفتند کہ برہم زند

تو انہدام کے اصول پہ حکیم سابق اور حکیم لاحق یعنی شاہ ولی اللہ اور اقبال دونوں متفق ہوگئے۔

اور ان دونوں سے بہت پہلے ایک اور حکیم وقت نے بھی یہی کہا ؎

گفت رومی ہر بنائے کہنہ کآبادان کنند

تو نہ می بینی کہ آں بنیاں را ویران کنند

اسلام کی آبادی کروگے تو فرنگی عمارت ڈھانی ہوگی۔ تو مسئلہ صلح تو ختم ہوا کہ دین کے معاملے میں صلح نہیں ہوسکتا۔ اب عام "مسائٹیر" کا طبقہ اعتراض کرتا ہے کہ مولوی تنگ ظرف ہے۔ حالانکہ مولوی ہر چیز میں وسیع النظر ہے، اتنا کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ لوگ، بے ہمتی کی وجہ سے ہنڈیا مولوی کے سر پہ پھینک دیتے ہیں، مولوی کہتا ہے زنا مت کرو۔ شراب مت پیو، تو یہ تنگ نظری نہیں۔ مولوی کہتا ہے کہ آخرت کے عذاب اور عذاب قبر کے علاوہ یہاں بھی ان بد اعمالیوں کی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔ اور اس لئے کہتا ہے کہ شرابی اور زانی کچھ نہ کچھ احساس تو کریں اس کا --- ایک دوست نے کہا کہ مسلمانوں نے اپنی تاریخ میں سقوط مشرقی پاکستان کی طرح شکست نہیں کھائی۔ میں نے کہا یہ تو مسلمان

نے شکست نہیں کھائی۔ ایک بہاڑانی نے رانی (جنرل رانی) کو شکست دی۔ رانی ہمارے صدر یحییٰ کی معشوقہ تھی۔۔۔ تو جو ملک شاہ شہید سے لیکر سینکڑوں من خون سے سینچا گیا تھا۔ اور حاصل کیا گیا تھا۔ اسے شراب اور عورت نے ڈبو دیا۔ تو کیا پھر بھی مولوی کی بات تنگ نظری ہے۔ مولوی کا پاؤں تو اتنا آزاد ہے کہ کسی مسٹر کا اتنا آزاد نہیں۔ بوٹ گرگابی جوتے چپل سب کچھ پہن سکتا ہے مسٹر کا پاؤں سوٹ کے ساتھ بوٹ کے جیل خانہ میں بند ہوتا ہے۔ دوپلی ٹوپی گول ٹوپی ہر قسم کی ٹوپی پہن سکتا ہے۔ پگڑی بھی ہے، رومال بھی باندھ لیتا ہے۔ اور اصل مسٹر وہ جو ہر وقت صرف ٹوپ پہنے رہے۔ تو یورپ کے نقالی کرنے والے کسی مسٹر کا سر آزاد نہیں پاؤں آزاد نہیں، جسم آزاد نہیں، ہیٹ یعنی ایک ڈگری نما ٹوپی ضروری ہے۔ مولوی کا پاخانہ آزاد ہے، مسٹر کا کموڈ میں بند ہے۔ ادھر ادھر نہیں ہو سکتا خبردار لا تتحرک اور مولوی کی وسعتوں کا کوئی حد نہیں۔

الغرض اللہ نے حکم کا سرچشمہ اپنی ذات کو قرار دیا۔ ان الحکم الا للہ کہہ کر توحید فی الحاکمیت کا اعلان فرمایا قانون کے سلسلہ میں تین باتیں ہیں۔

۱۔ تعیین ۔ ۲۔ توضیح ۔ ۳۔ توسیع ۔ اصل قانون پھر اسکی وضاحت اور اسکی وسعت۔ اگر قانون جب خدا کا حق ہے تو اسکی توضیح کا حق خدا اور اس کے نبی کا ہے یا مسٹر پرویز کا ہے۔

امام سیوطی نے اتقان میں لکھا ہے کہ حضورؐ نے کسی قانون کی جو بھی وضاحت فرمائی خدا کی تفہیم اور اشارہ سے فرمائی۔ لتبین للناس ما نزل الیھم اور ارشاد ہے۔ یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ۔ اس طرح قانون کے دائرہ کی توسیع بھی الگ چیز ہے۔ اور اصل قانون کا مطلب سمجھ میں آجائے یہ توضیح ہے احل اللہ البیع وحرم الربوا۔ تجارت اور سود کیا چیز ہے۔؟ ہر تجارت میں ربوا یعنی زیادت تو آتی ہے۔ پھر تجارت کون کرے گا۔ تو یہاں تجارتی ربوا مراد ہے۔ یا خاص شکل ہے۔ تو حضورؐ نے اسکی تشریح فرمائی کہ الذھب بالذھب والفضۃ بالفضۃ۔ الخ۔ اور توسیع کا مطلب یہ ہے کہ قیامت تک تم منصوص پر غیر منصوص احکام ومسائل قیاس کر کے استنباط کرتے رہو۔ یہ بھی ثابت چیز ہے۔ اور ارشاد ہے۔

لعلمہ الذین یستنبطونہ منکم فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔

قرآن میں ہے الیوم اکملت لکم دینکم۔ اور کمل تب ہوگا کہ توسیع کا دائرہ ہو کوئی پوچھے گا۔ کہ چلتی گاڑی میں نماز ہوگی یا نہیں۔ ہوگی تو کس طرح؟ تو صحاح ستہ اور کنز العمال سارے پڑھ لو ریل گاڑی کا ذکر نہیں ملے گا۔ تو ائمہ اجتہاد نے جیسا کہ اجتہاد کیا جو چیز زمین سے پیوست ہو اور وہ حرکت کرے

اور آدمی اس میں سوار ہو تو بہتر یہ ہے کہ ریل اسٹیشن پر کھڑی ہو جائے تو نماز پڑھے ایسا موقعہ نہ ملے تو گاڑی میں رخ بقبلہ ہو کر نماز شروع کرے پھر جس طرف گاڑی مڑے یہ قبلہ کی طرف مڑتا رہے۔ یدور کیف مادارت۔ یہ ضروری ہے فقہی مسئلہ یہ ہے۔ اور ہوائی جہاز میں ہماری تحقیق کے مطابق یہ ہے کہ جہاز اڈے پر اترے تو نماز پڑھے، دوران پرواز نہ پڑھے، زمین پر استقرار اور قبلہ رخ ہونا ضروری ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی نے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ میں جب مدینہ منورہ پہنچا تو علماء کے درمیان اختلاف تھا کہ بحری جہاز میں نمازی قبلہ رخ ہو کر نماز شروع کردے اور رفتار میں جہاز رخ تبدیل کردے تو نمازی پرانے رُخ پر قائم ہوگا۔ یا اپنا رخ نماز میں تبدیل کرے گا۔ حیران تھے مولانا آئے تو کہا جاء العالم الھندی۔ (ہندوستانی عالم آ گئے)

مولانا عبدالحی فرماتے ہیں کہ پھر میں نے مسئلہ تلایا، فتاویٰ تاتارخانیہ کے حوالہ سے۔ کہ یدور کیف مادارت۔ انہوں نے تسلیم کرلیا۔ خیر یہ تو فقہی بحث تھی۔

بات یہ ہو رہی تھی کہ قانون کا سرچشمہ ذات رب العالمین ہے۔ تو خدا بلحاظ حکومت و قوت بھی یہ بات بنا سکتا ہے۔ مگر صرف حکومت کے زور پر نہیں حکمت کے زور سے بھی اس کے مستحق ہیں کہ قانون صرف وہی بنائے۔ اس لئے کہ انسان کو انسان نے نہیں خدا نے بنایا ہے۔ اب تصرف بھی اسی کا حق ہے۔ اس لئے کہ اس کے اندرونی و بیرونی ضروریات اور تقاضوں سے صرف وہی واقف ہے۔ خالق کائنات کی علم حیات انسانی کے تمام ادوار پر محیط ہے تو اُسے ہی ضروریات معلوم ہیں دنیا کی زندگی کا الگ دور ہے۔ قبر برزخ کی زندگی اس کے بعد بعثت کا دور جنت اور جہنم کا دور مختلف ادوار ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ایک دور میں ایک چیز نافع ہو تو دوسرے دور میں بھی ایسا ہو یا ایک کو مفید ہو تو دوسرے کیلئے بھی مفید ہو تو قانون وہی بنا سکتا ہے جسے ہر دور کے ضروریات اور تقاضے معلوم ہوں۔ اور وہ صرف خدا کی ذات ہو سکتی ہے۔ انسانی قوانین میں یہ جامعیت اور احاطہ نہیں ہو سکتا۔ موسم کی مثال دیتا ہوں کہ جولائی اور برسات کے مہینے میں کسی نے پوچھا کونسا لباس پہننا چاہیے پارلیمنٹ فیصلہ کرے کہ ململ اور وہل۔ کہاں سونا مفید ہے، کہے باہر۔ کیسا پانی پیا جائے۔ کہے برفاب ٹھنڈا۔۔۔۔ اب جولائی کے بعد جنوری کا مہینہ آجائے تو وہل اور ململ پہن کر باہر کھلے میدان میں سو جائے۔ برف کا پانی مانگے تو لوگ کہیں گے یہ تو احمق ہے۔ اس موسم کا قانون تو انگیٹھی، پوستین، سویٹر گرم لباس ہے۔ کمرہ میں سونا ہے۔ لیکن کسی نے اعتراض کیا تو کہے کہ پارلیمنٹ نے پاس کیا ہے۔ لوگ کہیں گے کہ احمق وہ قوانین جولائی کے مہینہ کے لئے تھے تم اسے جنوری میں اپناتے ہو۔ دنیا

کے ماہرین یہی بے وقوفی اور حماقت دین کے احکام اور آخرت کے ساتھ کرتے ہیں۔

مثلاً کہا جاتا ہے کہ شراب دنیا میں خون پیدا کرتی ہے۔ اوّلاً تو یہ تسلیم نہیں۔ اگر صحیح بھی ہو تو کیا آخرت میں بھی اسکی یہی تاثیر ہوگی۔؟ نہیں بلکہ وہاں کے لئے تو یہ زہر جیسی تاثیر رکھتی ہے۔ موسم تبدیل ہوگیا دنیا میں اور موسم قریبی تبدیلی کی وجہ سے احکام متضاد بن جاتے ہیں۔ تو دنیا اور آخرت کی اتنی بڑی تبدیلی سے احکام نہ بدلیں گے جس کو تم مفید پاتے ہو وہ مضر ہوگا —— یورپ شراب کی تحقیق پر جو کمیٹی مقرر ہوئی تو اس نے رپورٹ میں لکھا کہ شراب نوشی زندگی اور حافظہ دونوں کے لئے مضر ہے۔ جس کا تجربہ یہ کیا گیا کہ کتیا کے دس بچے پائے گئے تو نو کو شراب پلائی گئی ایک کو نہیں۔ تو نو شرابی بچے پہلے مر گئے اور غیر شرابی بچہ عمر دراز تک زندہ رہا۔ پھر دو مساوی ذہن کے انسانی بچے لائے گئے۔ شراب نوشی سے قبل دونوں کا حافظہ برابر تھا۔ پھر ایک کو شراب پلائی گئی، دوسرے کو نہیں پہلے بچے کو ایک صفحہ حفظ کرایا گیا۔ پھر سوا صفحہ، پھر ڈیڑھ پھر دو۔ بتدریج اس کے حافظے میں ترقی ہوتی رہی۔ شرابی بچہ نے ایک صفحہ سے پون صفحہ پھر نصف صفحہ کی شروع کردی۔ اس رپورٹ کے تحت امریکہ نے ۱۹۳۷ء سے شراب پر پابندی لگائی مگر جو چیز گھٹی میں شامل تھی وہ کب نکل سکتی تھی، اس لئے امریکہ کو کامیاب نہ ہونے دیا۔

خالق انسان کو یہ چیزیں معلوم تھیں، پہلے سے حرمت خمر کا قانون بنایا۔ حضرت علیؓ کا ایک قول جسے صاحب روح المعانی نے نقل کیا ہے کہ اگر کسی کنوئیں میں ایک قطرہ بھی شراب کا گر جائے اس کنوئیں کے کنارے پر جو منارہ بنا دیا جائے۔ اس پر اذان نہ دوں گا۔ اس کے مؤذن تک شراب کی خباثت پہنچ جائے گی جیسے ہمارے اس مسجد (مسجد دارالعلوم حقانیہ) کا یہ بڑا مینار ہے۔ شراب کی نجاست اور بے ایمانی کا اثر اس اونچے سرے تک پہنچ جائے گا۔

جمہوریت —— تو پہلی چیز علم محیط ہے، دوسری بات یہ کہ قانون بنانا ایک تصرف اور اختیار ہے تو کیا کسی دوسرے کے کھیت میں کسی دوسرے کا اختیار چل سکتا ہے۔؟ ہمارا یہ وجود اور یہ جسم خدا کا ہے۔ یا پارلیمنٹ کا۔؟ زمین خدا نے پیدا کی یا پارلیمنٹ کے ارکان نے۔؟ زمین، ہوا، شمس وقمر خدا کے قبضۂ حکومت میں ہیں۔ پارلیمنٹ بھی بلا فائدہ نہیں۔ اس کے لئے بھی چند چیزیں چھوڑیں جہاں خدا کا حکم آیا وہاں سب کا سر تسلیم خم ہوگا۔ اور بعض ایسی باتیں جو دائرہ منصوصات سے باہر ہیں مثلاً ہندوستان سے لڑائی کیسے کرو۔؟ اسلحہ ڈپو کس طرح سپلائی ہو؟ جنگ بندی کا معاہدہ کن شرائط پر ہو۔؟ راشن ڈپو کہاں کہاں قائم کئے جائے۔؟ سپہ سالار یا کمانڈر کون موزوں ہے۔؟ مثلاً زمین کی آبپاشی

اور تغیر کی کیا ضرورت ہے۔ ان سب باتوں میں پارلیمنٹ سے مشورہ لیا جائے۔ ماہرین کی رائے لی جائے۔ یہاں مولوی بھی دعویٰ نہیں کرے گا کہ مجھ سے پوچھا جائے۔ انہیں تو دین کا دعویٰ ہے۔ آج تو وزیر صحت وہ ہوتا ہے جو صحت کی الف بے سے بے خبر ہو۔ وزیر تجارت وہ ہوتا ہے۔ جو تجارت کے ابجد سے واقف نہ ہو۔ حدیث میں ہے: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشد الناس مشورۃً لاصحابہ۔ مگر مشورہ کیسا ہونا چاہئے۔؟ عیسائیوں کا کافرانہ ملعون مشورہ نہیں کہ ہاتھ اٹھا دو۔

ایک طرف سات ہاتھ اٹھے دوسری طرف چھ، سات نے جو کہا وہ صحیح، دو دونے چار۔ اگر دوسری طرف ووٹ زیادہ ہوتے تو حقائق ووٹ سے بدل جاتے ہیں۔ لاسلے تمہارا ہاتھ اوپر گیا یا دائیں یا بائیں۔ اس سے حقائق عالم کیسے بدل سکتے ہیں۔ ایک طرف چھ امام غزالیؒ بھی ہوں مگر دوسری طرف سات خالص گدھے، تو گدھے جیت جائیں گے۔

برادران اسلام! وشاورھم فی الامر کے تحت ابن کثیرؒ نے نقل کیا ہے جو من حیث الروایۃ۔ حضورؐ نے شیخین (حضرت صدیقؓ وحضرت فاروقؓ) کو فرمایا: لو اجتمعتما علی امر ماخالفتکما۔ اور سب صحابہؓ ایک طرف اور تم دونوں کی رائے ایک طرف۔ تو تمہاری مخالفت نہیں کروں گا۔ تم دونوں کے ووٹ کے مقابلہ میں ہزار ہا ہزار ووٹوں کو ترجیح نہیں دوں گا۔ تو کیفیت کا لحاظ ہے کمیت کا نہیں۔ کلائیوں کی گنتی پر نہیں عقل پر مدار ہے۔

جمہوریت ایک طرز حکومت ہے۔ جس میں مردوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے۔ جمہوریت جو ہمارے مودودی صاحب کو بہت پسند ہے۔ اس میں کھوپڑیاں گنتے ہیں تولتے نہیں کہ اندر بھوسہ ہے یا مغز۔ ایک صاحب جو آکسفورڈ سے نئی نئی ڈگری لے کر آئے تھے، مجھ سے پوچھا کہ جمہوریت کیا چیز ہے۔؟ تو میں نے جمہوریت کی حقیقت بتلا دی کہ:

"جہل کو علم پر اور بے عقلی کو عقل پر مسلط کرنا۔"

کہا، کیسے؟ میں نے کہا پہلے آپ سے پوچھتا ہوں کہ عقلاء کی تعداد زیادہ ہے یا بے عقلوں کی، کہا بے عقلوں کی ——— پھر میں نے کہا کہ الیکشن میں فیصلے اکثریت پر ہوتے ہیں یا اقلیت پر، کہا، اکثریت پر۔ پھر جو وزیر یا صدر منتخب کیا گیا، تو بے عقلوں ہی کی رائے پر۔ تو گویا بے عقلی کو عقل پر مسلط کیا گیا۔ خداوند کریم نے یہی حقیقت بیان فرمائی ہے۔ جنہیں معلوم تھا کہ بیسویں صدی میں اکثریت پر فیصلے ہوں گے۔ فرمایا: ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ اکثریت کے فیصلے جہل پر، حماقت پر، بے وقوفی پر مبنی ہوتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

مرزائیوں کی

سمیع اللہ سیمی

ریشہ دوانیاں

قادیانیت ملت مسلمہ کو پارہ پارہ کرنے والا فتنہ

جناب محمد اقبال کاشغری ۔۔۔ راولپنڈی

جولائی ۷۷ء میں ہم نے نقش آغاز میں ملت مسلمہ اور پوری دنیا کے مسلمانوں کو درپیش قادیانیت کے خطرات کا مختصراً ذکر کیا تھا۔ الحق کے ایک مخلص قاری نے اس سے متاثر ہو کر غیر ممالک میں قادیانیت کی ریشہ دوانیوں پر اجمالاً روشنی ڈالی ہے جس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ کہ مرزائیت پوری دنیا میں ملت مسلمہ اور امت محمدی کے لئے کتنا خطرناک فتنہ بن چکی ہے۔ (سمیع الحق)

دارالسلام | یہ تنزانیہ کا دارالحکومت ہے، جہاں مرزائیوں نے اپنی پوری سرگرمی سے ایک مرکزی دفتر قائم کر رکھا ہے۔ یہاں بیٹھ کر یہ ارنگا اور الیسٹ افریقہ کے دوسرے قصبات و دیہات میں اپنے ارتداد کی تبلیغ کے جال پھیلاتے ہیں اور بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے چنگل میں پھنسانے کا کام پوری تگ و دو سے کرنے میں معروف ہیں۔ یہاں مرزائی مشن کیطرف سے ایک سواحیلی اخبار باقاعدگی سے شائع ہوتا ہے۔ مرزائی رپورٹ ہے۔ کہ یہ اخبار وہاں کے لوگوں میں اس قدر مقبول ہے کہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ سے پہلے ہی اس کا انتظار شروع ہو جاتا ہے۔ بموجب مرزائی رپورٹ ۱۹۶۹ء میں الیسٹ افریقہ کی مشہور مسلم شخصیت الشیخ عبداللہ صالح فارسی کے بھائی مرزائی مشن سے اس قدر متاثر تھے کہ وہ روزانہ مرزائی مشن ہاؤس آتے تھے۔

موروگورو | موروگورو میں مرزائیوں نے اپنا ایک مشن ہاؤس تعمیر کر رکھا ہے۔ ۱۹۶۹ء میں ایک مسجد بھی زیر تعمیر تھی جو غالباً مکمل ہو کر ارتداد کی تشہیر کا کام دے رہی ہے۔

کمویونی | کمویونی میں مسلمانوں کو داخل ارتداد کرنے کے لئے دورے کئے جارہے ہیں اور اب وہاں تبلیغی عمارت کی بنا ڈالی جارہی ہے۔

ٹھورامشن | ٹھورا میں ان کی تبلیغ کا طریق جداگانہ و دلفریبانہ ہے۔ یہ مرتدین وہاں کے ایک افریقی مرتد مبلغ معلم عبداللہ ٹکلکی زیر قیادت سکولوں اور جیلوں میں جاجاکر فتنہ پھیلا رہے ہیں۔

موانزہ اور سینیانگا میں بھی ان کا طریق تبلیغ ٹھورا کی طرز کا پیرکار ہے۔ یعنی یہاں بھی یہ مدرسوں اور جیل خانوں میں جاجاکر مسیح کی آمد ثانی کے موضوعات پر لیکچر دیتے ہیں۔

سکنڈے نیویا | سکنڈے نیویا کے تینوں ممالک، ناروے، سویڈن اور ڈنمارک میں ان کے آنریری مبلغین مقرر ہیں۔ اور ان سب کا ہیڈ کوارٹر، مرتد اعظم سر ظفر اللہ خاں کا خاص مستقر کوپن ہیگن (ڈنمارک) ہے۔

کوپن ہیگن میں ارتداد کا اس قدر زور شور ہے کہ وہاں مرتد مستورات نے اپنے ذاتی چندہ سے ایک مسجد بنالی ہے۔ اس مسجد کا نام مسجد نصرت جہاں ہے۔ یہاں یہ کس بری طرح سے دوسرے مذاہب پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ ڈنمارک میں چرچ سوسائٹی نے ایک اسلامی کمیشن مقرر کیا ہے جسکی ایک کمیٹی مرزائیت پر ریسرچ کررہی ہے۔ اس کمیشن نے ایک کتاب بھی شائع کی ہے جس کا نام "اسلام ڈنمارک میں" رکھا گیا ہے۔ (یہاں اسلام سے ان کی مراد مرزائیت ہے۔) ڈنمارک میں ایک مرزائی قرآنی ترجمہ بھی ڈینش زبان میں شائع کیا گیا ہے۔

سویڈش زبان میں ایک احمدیہ گزٹ اخبار بھی نکالا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ایک رسالہ بھی ایکٹو اسلام سکنڈے نیویا کی تینوں زبانوں میں شائع کیا جاتا ہے۔ سکنڈے نیویا کے مشہور مقام گوٹے برگ میں ان کا کافی زور شور ہے۔ اور باقاعدہ جماعت مرتدین موجود ہے۔

مغربی جرمنی | فرانکفورٹ (مغربی جرمنی) میں ان مرتدین نے ۱۹۵۹ء میں جماعت کی بنا رکھی تھی اور اس کے ساتھ ہی اپنے آبا انگریز بہادر کی سنت پر چلتے ہوئے انہوں نے مسجد اور دفتر کی صورت پر اپنے اڈوں کی تعمیر بھی شروع کردی تھی جسکی دس سالہ تقریب ۱۹۶۹ء میں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منائی گئی۔ اس دس سالہ تقریب میں جن کو انہوں نے مدعو کیا۔ ان کی فہرست درج ذیل ہے:

--- میئر فرانکفورٹ۔ حکومت کے تمام اعلیٰ افسران۔ سفارتی نمائندے۔ تمام اہم اداروں کے سربراہ۔ یونیورسٹی کے پروفیسر۔ سیاسی پارٹیوں کے راہنما اور دیگر تمام اہم مذہبی شخصیات......

اس دس سالہ تقریب کا روح رواں مرتد اعظم چوہدری ظفر اللہ خاں تھا۔ جس نے چھ مختلف تقاریب میں شرکت کی اور مرزائی مشن کی پوری پوری سرگرمی سے تبلیغ کی (یاد رہے ظفر اللہ خاں کی شخصیت غلام احمد کے ہر خلیفہ سے اونچی تر سمجھی جاتی ہے۔) فرانکفورٹ کے ریڈیو نے ظفر اللہ خاں کے تمام تقریبی انٹرویو براڈ کاسٹ کئے۔

اسی دس سالہ تقریب کا آخری اجلاس ۱۸ اپریل کو مسجد احمدیہ میں منعقد ہوا جس میں ہالینڈ، سپین، سویڈن اور برطانیہ کے سفارتی نمائندوں نے شرکت کی اور اس میں ڈاکٹر فاتھے میئر فرانکفورٹ کے علاوہ بلدیہ کے دیگر تمام ذمہ دار افسران بھی شامل ہوئے۔

توجہ طلب امر ان دس سالہ تقریبوں میں تھا ہے کہ تقریبات کی تمام کارروائی ٹیلیویژن اور ریڈیو اسٹیشنوں کے علاوہ جمیع ملکی اخبارات نے بھی نشر کی۔

انڈونیشیا | بنڈونگ میں ان کا جماعتی تبلیغی دفتر موجود ہے، اور یہ اپنے جراثیم بانڈونگ کی انجینئرنگ یونیورسٹی میں لیکچروں کے ذریعہ پھیلا رہے ہیں۔ وہاں کے پروفیسروں اور طلباء کو یہ لوگ مدعو کرتے ہیں۔ اور پھر اپنی میٹھی چال سے ارتداد کا زہر چھونکتے ہیں۔

غانا | الوبی دور میں غانا کا مشنری انچارج ایک بڑا کایاں مرزائی مولوی عطا اللہ کلیم تھا جس نے سالٹ پانڈ کی مسجد پر قبضہ جما رکھا تھا، اور وہ ہمیشہ اس مسجد میں ہی مختلف جلسوں کے ذریعہ اپنی تکفیری تبلیغ کیا کرتا تھا۔ ان دنوں کیونٹی سنٹر اکوا پر بھی انہوں نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ یہ مرتد جلسوں کی صدارت کیلئے وہاں کے بھولے بھالے مسلمان افسران کے اسماء کا انتخاب کرکے انہیں اپنے جال میں پھنساتے اور پیسے بھی بٹورتے ہیں۔ تعجب خیز بات ہے کہ غانا کی ایک اہم مسلمان شخصیت الحاج محمد کشر برائے سیکرٹریٹ تک ان کے جال میں پھنسے بغیر نہ رہ سکے۔ وہاں کا ایک اخبار ڈیلی گرافک بھی ان سے متاثر ہے۔

غانا میں پہلے ہی ان کا کافی اثر و رسوخ ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ اب وہاں یہ مزید اپنی عمارات بنا رہے ہیں ۱۹۷۰ء میں ایک عظیم مسجد کا انہوں سنگ بنیاد رکھا تھا جو بیرونگ، اہل نوریجن کے جماعتی مرکز کی مسجد کہلاتی ہے۔

سیرالیون | سیرالیون میں ان کا ایک بہت بڑا تبلیغی مرکز قائم ہے جس کے ماتحت کئی شاخیں ہیں۔ سیرالیون براہ راست ربوہ سے ہدایات وصول کرتا اور اپنی ماتحت شاخوں کو ارسال کرتا ہے۔

سیرالیون میں ایک احمدیہ سکنڈری سکول بھی قائم ہے جو بمقام بو (Bo) واقع ہے۔

گیمبیا (مغربی افریقہ) میں بھی ان کا خصوصی مشن کام کر رہا ہے۔ یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ جتنے مبلغین بیرونی ممالک میں بھیجے جاتے ہیں انہیں پہلے ربوہ میں ایک خاص ٹریننگ دی جاتی ہے جب تک اعتماد کے وہ تمام مراحل ان سے طے نہیں کروائے جاتے جن پر مبلغ کی پختگی کا انحصار کیا جاتا ہے۔ انہیں ربوہ سے باہر نہیں نکلنے دیا جاتا۔ گیمبیا اور سیرالیون میں ان کے خصوصی نمائندے فروکش ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان مراکز کے ماتحت کئی شاخیں ہیں۔

جنوبی افریقہ | جنوبی افریقہ پر ان کا ایک بہت بڑا مشنری ادارہ قائم ہے جس کا نام بھی انہوں نے مشن ہاؤس رکھا ہوا ہے۔ جنوبی افریقہ سے ان کے دو اخبارات شائع ہوتے ہیں۔

العصر (انگریزی) یہ ایک سہ ماہی رسالہ ہے جو فری بیرونجات میں لوگوں کے پتہ پر بھیجا جاتا ہے۔

البشریٰ۔ یہ بھی انگریزی اخبار ہے۔ ان دونوں پرچوں کے ذریعہ یہ اپنی تبلیغ کرتے ہیں اور طریق تبلیغ یہ ہے کہ یہ خود ان اخبارات میں، اعتراضات شائع کرتے ہیں۔ اور پھر خود ہی ان کے جوابات بھی۔ یہ ایک زہریلا طریق ہے جو انہوں نے اختیار کر رکھا ہے۔

ایران، ترکی اور یوگوسلاویہ جیسے عظیم ممالک میں ہر ایرا غیرا نتھو خیرا کو مبلغ بنا کر یہ لوگ نہیں بھیجتے، ان ممالک میں ان کے صاحبزادگان خصوصی طور پر حکومتوں کے ہاں جا کر مہمان بنتے ہیں۔ اور مختلف مقامات کا دورہ کر کے اپنی مشنریوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ جن ممالک کا پاکستان کے ساتھ دوستانہ تعلق و علاقہ ہے۔ وہاں یہ اپنی ٹانگ ضرور اڑاتے ہیں۔ ایران اور ترکی کے ممالک بھی اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

گذشتہ دنوں میں جب پاکستان کیطرف سے انقرہ میں جنرل اختر ملک[1] مرزائی تعینات تھا تو اس کا بنگلہ مرزائی تبلیغ کا پر رونق اڈہ بنا ہوا تھا۔ خیر وہ تو پھر جلد ایک حادثہ کا شکار ہو کر خدائی ٹمن کی تعمیل میں راہی جہنم ہو گیا۔ مگر بقول مرزائیان ربوہ، وہ ترکی میں مرزائیت کے اثر و نفوذ کی ایسی داغ بیل ڈال گیا کہ اس کا اکھاڑنا از بس محال امر ہے۔ انہوں نے ترکی زبان میں مرزائی ترجمہ قرآن جب مفت تقسیم کیا، تو بیدار لوگوں نے انقرہ کے شمالاً جنوباً، شرقاً غرباً مولانا الیاس برنی کی کتاب قادیانی مذہب

---

[1] یہ وہی جنرل اختر ملک ہے جو حادثہ کا شکار ہونے کے بعد ربوہ میں مدفون ہے۔ یہ حادثہ ترکی میں اسے اس وقت پیش آیا، بقول بعض، جب وہ شراب کے نشہ میں موٹر چلا رہا تھا۔ موجودہ لیفٹیننٹ جنرل عبداللہ علی کور کمانڈر ان کے بھائی ہیں۔ اور ان ہی کی طرح مرزائی بھی۔

آن کی آن میں پھیلا دی جس کا اثر یہ ہوا کہ جب مرزا مبارک احمد ترکی کے دورہ پر گیا تو اس کو منہ کی کھانا پڑی، چونکہ یہ لوگ بہت ڈھیٹ واقع ہوئے ہیں۔ تھپڑ کھا کر منہ آگے ہی آگے کرتے رہنے کی غلام احمدانہ اور بے غیرتانہ لکیر کے فقیر ہیں۔ اس لئے انہوں نے وہاں تاؤ کھا کر ارتداد کا بازار اور زیادہ گرم کیا۔ ترک بیچارے ان کی تکفیری چالوں کو کیا جانیں۔ اگر مسلمان مبلغ وہاں موجود نہ ہوتے تو نہ جانے آج ترکی میں اسلام کا کیا حشر ہوتا۔

انقرہ میں انہوں نے ترکوں کے متعلق غلام احمد کی خود ساختہ پیش گوئیوں کی خوب خوب تشہیر کی ہوئی ہے۔ اور ہر اس چال کو اپنایا ہوا ہے، جس سے ترک سادہ ان کے چنگل میں پھنس سکے۔

مرزا مبارک جب ترکی کے دورہ پر گیا۔ تو چونکہ وہ حکومتی مہمان بنا پھرتا تھا، اسے وہاں کی حکومت نے وہ میوزیم بھی دکھایا۔ جہاں خلفائے ترکی نے حضور نبی کریم علیہ السلام کے مقدس تبرکات رکھے ہوئے ہیں۔ ان تبرکات میں وہ آپکا مکتوب شریف بھی موجود ہے جو آپ نے مقوقس کے نام تحریر فرمایا تھا۔ حضورؐ کا ایک دانت مبارک بھی اسی جگہ ایک سونے کی ڈبیہ میں محفوظ رکھا ہوا ہے۔

اب آپ خود خیال فرماویں کہ بیرون ملک یہ کیا کیا جسارتیں کرتے ہیں۔ اور ان کی ذمہ داری کس پر عاید ہوتی ہے۔ اور کب تک یہ ایسا کرتے رہیں گے۔ کاش ہمارے ملک میں اسلامی قانون کے نفاذ کے تصدق، حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختمیت کا تحفظ کر دیا ہوتا۔ تو آج ہمیں یہ روز بد دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

"ایک مسلمان مملکت کی طرف سے بیرونجات میں ان مبلّغین کی برآمد جنکی بنیاد ہی حضورؐ کی ختمیت دشمنی پر رکھی گئی ہو، انتہائی ذلت اور شرم کی بات ہے۔

کاش! ہماری مسلمان حکومت حضرت ختمیت پناہی کے پیغام کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچانے کے لئے مسلمان مبلّغوں کی ایک ایسی کھیپ تیار کرنے میں مصروف ہوتی۔ جو اسلام کے ساتھ ساتھ مملکت پاکستان کے نام کو بھی چار چاند لگاتی۔

جائزہ مدارس عربیہ مغربی پاکستان

پاکستان کے دینی و عربی مدارس کی تازہ ترین تفصیلات، دار العلوموں کا انسائیکلو پیڈیا، درس نظامی، مدارس عربیہ کے طرز تعلیم نصاب و نظام کے سینکڑوں مختلف پہلوؤں پر نہایت تحقیق اور معلوماتی کتاب حافظ نذیر احمد ایم اے کے جائزہ کا نیا ایڈیشن جو کئی سالہ محنت اور عرق ریزی کے بعد تیار ہوا ہے۔ صفحات ۷۲۰ کاغذ اعلیٰ کتابت طباعت عمدہ۔ قیمت ۲۲/- روپے علاوہ محصول ڈاک۔

مسلم اکادمی — محمد نگر — علامہ اقبال روڈ — لاہور

خلیفہ ربوہ اور ختم نبوت

—— شاہد تسنیم ایم اے ——

متنبی قادیان کے پوتے اور نبوت کاذبہ کے تیسرے گدی نشین مرزا ناصر احمد قادیانی نے اپنے ایک خطبہ میں کہا ہے۔ "ایک اور بڑی اچھی رو پیدا ہو رہی ہے خصوصاً پاکستان کے نوجوانوں میں، وہ کہہ رہے ہیں کہ ختم نبوت کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ فرق ہے کہ احمدیوں سے پہلے اسلام میں مختلف فرقوں نے خاتم النبیین کے مختلف معانی کئے۔ احمدیوں نے بھی اپنا ایک معنی کر دیا۔ اس کو کوئی صحیح سمجھتا ہے تو مان لے اور صحیح نہیں سمجھتا تو نہ مانے لیکن ایک احمدی کو خاتم النبیین کے اس معنے کی وجہ سے منکر ختم نبوت نہیں کہا جا سکتا۔ یہ بڑی اچھی رو ہے جو ہمارے حق میں پیدا ہو چکی ہے میرا خیال ہے کہ آئندہ پانچ سات سال میں یہ مسئلہ بھی ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ ہمارے معنے مانیں یا نہ مانیں وہ ہمیں اس وجہ سے منکر ختم نبوت نہیں کہہ سکتے۔ ایسے شخص کے ساتھ آپ کی بحث اور قسم کی ہوگی۔" (الفضل ربوہ، ۲۰ جولائی ۱۹۷۲ء)

خلیفہ ربوہ نے نہ جانے کس زعم باطل میں یہ فرمایا ہے۔ شاید ان کا مقصد اپنے مریدوں کو مژدہ سنا کر طلب زر کا حصول ہے یا اپنی کارکردگی کا اظہار ہے کہ دیکھو میری خلافت کی برکت کہ اس میں حیات مسیح کا مسئلہ حل ہو گیا اور ختم نبوت کا مسئلہ بھی تمام ہونے کو ہے۔ خلیفہ ربوہ جنت الحمقاء میں رہتے ہیں۔ اور ان کو قادیانی گماشتے جو چیزیں مہیا کرتے ہیں وہ درست نہیں۔ نہ معلوم وہ کیوں یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ مسئلہ ختم نبوت باقی نہیں رہا۔ ہم ان کی خدمت میں عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ یہ مسئلہ ایک اساسی مسئلہ ہے اتنی جلدی ختم ہو جانے والا نہیں۔ جب تک متنبی قادیان کی اشتعال انگیز تحریریں موجود ہیں اور ان کے والد ...... کی کتب حقیقۃ النبوۃ، القول الفصل، خطبات وغیرہ لوگوں کی نظروں کے سامنے ہیں۔

وہ قادیانی نقطۂ نظر کو کسی صورت بھی ماننا تو کجا درخور اعتنا بھی نہیں سمجھ سکتے۔ مسلمانوں کا خاتمیت رسول عربیؐ پر کامل ایمان ہے۔ اس کو برطانوی سامراج کا کوئی آلہ کار، صیہونی تخریب کاروں کا کوئی حاشیہ بردار اور سی۔ آئی۔ اے کا کوئی ایجنٹ خواہ کیسی ہی گھناؤنی سازش کیوں نہ کرے، متزلزل نہیں کر سکتا۔ پاکستان کے نوجوان قادیانیوں کو سامراج کے حاشیہ نشین، ختم نبوت کے منکر اور اس بنیادی عقیدہ پر ضرب کاری لگا کر خانہ ساز نبوت کی تجارت کرنے والے بیوپاری سمجھتے ہیں۔ اگر خلیفہ صاحب کو کوئی غلط فہمی ہے۔

تو اسکا ازالہ فرمالیں۔ پاکستان کے نوجوان قادیانیوں کو اسلام کے کھلے دشمن اور غیر مسلم سمجھتے ہیں۔ وہ انہیں اسلامی فرقہ ماننے کو تیار نہیں کیونکہ مرزا قادیانی نے مسلمانوں کی صریح تکفیر کی ہے اور مرزا محمود نے بڑے شرمناک طریقے سے مسلمانوں کے بنیادی معتقدات پر تنقید کی ہے۔ خلیفہ ربوہ کا یہ کہنا کہ پاکستان کے مسلم نوجوان قادیانیوں کو ختم نبوت کا منکر نہیں کہتے خود فریبی پر مبنی ہے۔ خلیفہ صاحب کی ہمت ہے تو نوجوانوں کے کسی اجتماع سے خطاب کر کے دیکھیں ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کا یہ خیال کیا حقیقت رکھتا ہے۔ اگر ان میں ہمت ہے تو میدان میں نکلیں اپنے اُن مریدوں کے سامنے شیخیاں بگھارنا اور اپنی خلافت کی برکات کا ڈھنڈورا پیٹنا آسان ہے جو ان کی ہر بات پر سبحان اللہ کہتے نہیں تھکتے نوجوانوں کے اجتماع میں آکر بات کرنا اور معنی رکھتا ہے۔ یہ وہ نوجوان ہیں جن کے اکابر نے اس مسئلہ پر خلیفہ ربوہ کے دادا جان اور ابا میاں کو ناکوں چنے چبواتے ہیں۔ علمائے حق نے گذشتہ پون صدی میں فرنگی سامراج کی معنوی اولاد کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اور خلافت مآب کے پالتو ڈھنڈورچیوں کو جن طریقوں سے آڑے ہاتھوں لیا ہے وہ واقعات خلیفہ صاحب کے سامنے ہیں۔ آئندہ پانچ سات سال میں ان کو اپنے غلط اندازے کا بخوبی علم ہو جائے گا۔ خلیفہ صاحب مسلم نوجوانوں کے بارے میں کچھ کہنے سے پہلے قادیانی نوجوانوں کی خبر لیں۔ بخدا صحیح عرض کرتا ہوں ربوہ کے انقلابی مرزا قادیانی کی نبوت کاذبہ اور ربوہ کی آمرانہ خلافت سے قطعی بیزار ہیں۔ وہ مرزا صاحب، کی برطانوی آقاؤں کے حق میں لکھی گئی تحریرات اور ان کی ذلیل خوشامد پہ ماتم کناں ہیں۔ وہ مسلمان نوجوانوں سے آنکھیں نہیں ملاتے ندامت سے گردنیں جھکا لیتے ہیں۔ ان نوجوانوں کی اکثریت قادیانی خلافت کی "برکات" سے متمتع ہونا چاہتی ہے۔ لیکن وہ برکات کیا ہیں۔ فوج اور سول محکموں میں اچھی نوکریاں، افریقہ میں ملازمتیں، بہتر رشتے ناطے، شخصی وجاہت اور اعلیٰ معیار زندگی! یہ چیزیں ختم کر دیں۔ ان کے خدام کل ہی ان سے آنکھیں پھیر لیں گے۔ نبوت مرزا اور مسئلہ ختم نبوت کی حقیقت آپ پر آشکار ہو جائے گی۔

ایک عجیب بات ہے کہ خلیفہ صاحب کے والد اور آپ خود ابھی تک لاہوری مرزائیوں کا حساب نہیں چکا سکے لیکن دعوت و تبلیغ میں آپ پیش پیش ہیں۔ خلیفہ ربوہ اور قادیانی جماعت اس بات کو پلے باندھ لے کہ مسلمان ان کی ریشہ دوانیوں اور دسیسہ کاریوں سے پوری طرح واقف ہیں وہ ختم نبوت کے مسئلہ کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ کن کن ستم کیشوں نے جعلی نبوت کا کاروبار چلانے کے لئے نبی کریم کی خاتمیت سے انکار کیا۔ اگر مسئلہ ختم نبوت اتنی جلدی ختم ہو جانے والا ہوتا تو خلیفہ صاحب کے والد بزرگوار سامراج سے گٹھ جوڑ کر کے اس کو ختم کر چکے ہوتے۔

ضبط و ترتیب : ادارہ الحق

تبلیغی کام کی اہمیت

تبلیغی مرکز رائے ونڈ میں کی گئی تقریر

تبلیغی جماعت کے اکابر کی خواہش پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ ۸ رشعبان ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۸ ستمبر بروز اتوار مشہور تبلیغی مرکز رائے ونڈ تشریف لے گئے، وہاں پہنچ کر آپ نے اپنے رفقاء کے ساتھ یہاں کے مدرسہ عربیہ کے سالانہ امتحانات لئے تبلیغی جماعتوں اور وہاں کے نظم و نسق کو دیکھا اور بعد میں مدرسہ عربیہ کے ہونہار اور صالح طلباء، نمونۂ سلف اساتذہ اور موجود افراد سے حسب ذیل خطاب فرمایا۔ ایڈیٹر الحق اور قاری سعید الرحمٰن (راولپنڈی) بھی اس سفر میں آپ کے ساتھ تھے۔ (ادارہ)

★

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ——— میرے محترم بزرگو اور بھائیو! آج کا دن میرے اور میرے رفقاء کے لئے سعادت کا دن ہے۔ کہ آج ہمیں ایک ایسے مرکز ایک ایسے منبع میں آنا نصیب ہوا ہے جس منبع اور مرکز سے اسلام کی شعاعیں نہ صرف ملک بلکہ افریقہ اور یورپ میں پھیل رہی ہیں ——— خداوند کریم اس تبلیغی مرکز جو حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد الیاسؒ اور ان کے بعد ان کے جانشین حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا صدقہ ہے۔ حق تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور خداوند تعالیٰ وہ موقع جلد لے آئے جس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت سنائی کہ کوئی صحرا کوئی پہاڑ کوئی بادیہ اور ان کے خیموں کا گھر اور مٹی اور گارے کا ایسا گھر باقی نہ رہے گا جس میں لا الہ الا اللہ کا نعرہ بلند نہ ہو۔ خداوند کریم ان تبلیغی مساعی کو ایسی قبولیت دے کہ کوئی گھر لا الہ الا اللہ کے نعرے سے محروم نہ رہے۔

بھائیو! اور بزرگو! تقریر کا نہ وقت ہے نہ موقع۔ اس ملک پر اللہ کا بڑا احسان ہے، کسی ملک میں جب انقلاب آتا ہے تو وہاں کا مذہب اور دین سب کچھ انقلاب کی لپیٹ میں آجاتا

ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے:

ان الملوك اذا دخلوا قرية افسدوها — جابر بادشاہ کسی ملک میں داخل ہوں تو اسے
وجعلوا اعزة اهلها اذلة وكذلك — برباد کرکے اس کے معززین کو ذلیل بنا دیتے
يفعلون۔ — ہیں۔

ذلیلوں کو عزتمند اور عزتمندوں کو ذلیل کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اس قوم کا مذہب، تہذیب، اخلاق سب کچھ برباد کر دیا جاتا ہے۔ جب ہندوستان پر انگریزوں کا عیسائیوں کا تسلط ہوا تو انہوں نے چاہا کہ مناظروں کے ذریعہ شکوک و شبہات کے ذریعہ تشدد کے ذریعہ تعلیم و تبلیغ کے ذریعہ اس ملک سے اسلام کو مٹا دیا جائے۔ مگر خدا محافظ تھا اسلام کا وہ یہ سب کچھ کر رہے تھے۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ تبارک و تعالیٰ کے دل میں القاء فرمایا کہ دین کی بقاء و اشاعت کے لئے کمربستہ ہوئے نہ صرف مناظروں کا جواب دیا۔ بلکہ ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی، دیوبند کے مسجد چھتہ میں ایک استاذ جس کا نام محمود تھا اور ایک شاگرد جس کا نام بھی محمود تھا، جو آگے چل کر شیخ الہند رحمۃ اللہ بنا۔ یہ مدرسہ کی ابتداء تھی مگر اس کی شاخیں سارے عالم میں پھیل گئیں۔

یہاں جب الحاد کی لہریں دوڑنے لگیں عیسائی لگ گئے کہ یہاں کے باشندے صرف نام کے مسلمان رہ جائیں، لیکن دل و دماغ عیسائی ہو، تو طوفان کا مقابلہ مشکل تھا۔ مگر اللہ نے دین کی حفاظت وعدہ — انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون — کے مطابق حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رح کے دل میں القاء کیا کہ اسلام کی اشاعت اور دین کی حفاظت کے لئے تبلیغ کا یہ کام خاص طریقے سے شروع کیا۔ تبلیغ اس قدر اہم چیز ہے کہ حضور نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر خطبہ دیا اور امت سے باربار اپنی تبلیغ پر شہادت دلوائی اور امت کو مخاطب کرکے فرمایا: الا فليبلغ الشاهد الغائب۔ سننے والے موجود اور حاضر لوگ غائبین تک دین کو پہنچا دیں۔

خداوند کریم کا ارشاد ہے:

ولتكن منكم امة يدعون — تم میں سے ضرور ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے
الى الخير ويأمرون بالمعروف — جو بھلائیوں کی دعوت دے، نیکیوں کا حکم دے
وينهون عن المنكر۔ — اور برائیوں سے روکتی رہے۔

نیز فرمایا: فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون۔ تم میں سے ایک جماعت اور گروہ ایسا ہونا چاہئے جو یکسوئی سے

دین کی سمجھ حاصل کرسکے اور پھر اپنی قوم اپنے قبیلہ اپنے ملک کو ڈرا سکیں، جو کچھ سیکھا ہو اسے اوروں تک پہنچا سکیں۔ شاید اس طرح وہ لوگ بھی اللہ سے ڈرنے لگ جائیں۔ اس امت کا ہر فرد گواہ ہے سارے بنی نوع انسان پر گواہی دے گا۔ پیغمبر علیہ السلام سارے انبیاء کے شہید اور گواہ ہیں۔ وجئنابك على هؤلاء شهيدا۔

میرے محترم بزرگو! آپ کو معلوم ہے کہ مکہ معظمہ میں خانہ کعبہ اور مسجد حرام میں کتنی فضیلتیں اور برکتیں خدا نے رکھی ہیں۔ اس میں ایک نماز کا اجر ایک لاکھ نمازوں کے برابر ملتا ہے۔ مسجد نبوی میں پچاس ہزار اور ایک روایت میں ایک ہزار کے برابر اجر ملتا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مکہ معظمہ فتح ہوا۔ فتح کے بعد تمام جزیرۃ العرب میں مسلمانوں کی سلطنت قائم ہوئی۔ اس وقت صحابہ کرام یہ کرسکتے تھے کہ جتنے بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو موقعہ عطا فرمایا تھا۔ کہ اب حرمین میں اعتکاف کر کے بیٹھ جاتے اور ایک ایک نماز ایک ایک نیکی کا لاکھ لاکھ اجر حاصل کرتے۔ مگر آپ کو معلوم ہے۔ کہ اکثر صحابہؓ نے ہجرت کی، عراق، مصر، شام، ایران کی طرف گئے۔ کابل آئے، انڈونیشیا تک پہنچے، اور دنیا میں پھیل گئے۔ ایک ایک صحابیؓ نے لوگوں کو لاالہ الااللہ۔ کی طرف دعوت دی، وہ سمجھتے تھے کہ یہ ہمارا فریضہ ہے کہ جب اللہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنایا۔ سارے انسانوں اور ساری مخلوقات کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا۔ وما ارسلنٰك الا كافة للناس بشيرا ونذيرا۔

اب قیامت تک آپ ہی بشیر و نذیر ہیں۔ کوئی اور آنے والا نہیں۔ تو وصال کے بعد امت کا فریضہ ہو جاتا ہے۔ کہ قیامت تک دین کی تبلیغ دین کی اشاعت میں لگی رہے تو صحابہؓ بھی عراق، شام، فارس، روم کی طرف تشریف لے گئے۔ جیسے یہاں سے جماعتیں نکلتی ہیں، جنگلوں میں صحراؤں میں نہ معلوم کہاں کہاں جاتی ہیں۔ تاکہ لوگوں کو کلمہ لاالہ الااللہ پہنچائیں۔ تو صحابہؓ نے حرم شریف کے اجر و ثواب اور مدینہ طیبہ میں حضورؐ کے جوار کو چھوڑا۔ اس کام کی خاطر نکلے مگر میں کہتا ہوں کہ انہوں نے یہ قربانی دی تو خدا نے اجر بھی وہاں کی نمازوں سے زیادہ دیا۔ اس لئے کہ صحابہؓ کی برکت سے اسلام پھیلا، تیرہ چودہ سو برس گذر گئے، ہمارے آباؤ اجداد کو، جنہوں نے کلمہ سکھایا۔ تو ان صحابہؓ کے بعد اب تک جس نے نماز روزہ رکھا، حج کیا، زکوٰۃ دی، جس نے بھی کلمہ طیبہ پڑھا، جس نے بھی نوافل پڑھے، جس نے بھی دین کے لئے جہاد کیا۔ جو لوگ بھی دین کی خدمت کرنے لگے۔ تو کیا ان تمام حسنات کا اجر ان صحابہؓ کے اعمالنامہ میں درج ہوگا یا نہیں نسلاً بعد نسل مرد عورتوں نے کتنی عبادت کی ہوگی۔ ایک صدی ایک قرن، اور ایک کڑی ایک سلسلہ میں کتنے نماز روزے کتنے حج ہوں گے۔ کروڑوں اربوں سے بھی زیادہ۔ یہ ان اسلام پہنچانے والے

حضرات کے اعمالناموں میں بھی شامل ہوں گے۔ حدیث میں آتا ہے : من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا۔ وہاں رہتے تو ایک نماز کا اجر ایک لاکھ ملتا۔ بظاہر اس سے محروم ہو گئے۔ مگر اب تو قیامت تک عبادات کا جو سلسلہ ہے، اس کا ثواب ہمارے اس استاذ اس مبلغ صحابی ہی کو ملے گا جس کی برکت سے ہمارے اسلاف مسلمان ہوئے۔ اربوں، کھربوں تک تعداد پہنچے گی۔

امت پیغمبر کے قائم مقام ہوتی ہے۔ اور ہمارے نبی کو حکم ہے :

یا ایھا الرسول بلّغ ما انزل الیک ---- کھلم کھلا دین کی بات پہنچاتے رہنا۔ فاصدع بما تؤمر۔ حضورؐ کے ہاتھوں مکہ معظمہ حرم مکہ جو دنیا کا مرکز تھا، فتح ہوا اس کے اردگرد سارا افریقہ، سارا ایشیا اور سارا یورپ اس مرکز کا تابع ہے۔ اب جب حضورؐ کا وصال ہوا۔ تو آپ کے غلاموں کا کام ہے کہ اطراف تک دین پہنچا دیں۔

میرے بھائیو! دیکھو جس طرح خدا کی سنت تکوینی نظام میں یہ ہے کہ کوئی چاہے یا نہ چاہے، سورج چاند اپنے وقت پر طلوع ہوتے ہیں اپنے وقت پر غروب ہوتے ہیں۔ اس طرح تشریعیات کا نظام بھی اللہ تعالیٰ ہی چلاتا ہے۔ اسباب ظاہری کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہاں دیکھیں تو جس تنظیم اور جس اہتمام کے ساتھ تبلیغ کا کام ہو رہا ہے۔ کوئی حکومت کروڑوں روپے سے نہیں کر سکتی تھی۔ مجاہد اللہ کی راہ میں نکلتے ہیں۔ پیدل چل رہے ہیں، بغل میں بستر ہے۔ ہزاروں وعظوں سے وہ کام نہیں ہوتا جو اس محنت سے ہو جاتا ہے۔ اور یہ چیز اس لئے کامیاب ہو رہی ہے کہ تبلیغ کے ساتھ عمل کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ ایک ہماری تبلیغ ہے، ایک ان بزرگوں کی کہ قال کے ساتھ حال بھی ہے، قول کے ساتھ عمل بھی ہے کہ خود نمونہ بن کر سامنے آتے ہیں، لاکھوں مسلمان اس تنظیم سے وابستہ ہیں۔ ڈھاکہ کے پاس ایک تبلیغی اجتماع میں میں نے ۵، ۶ لاکھ افراد کا مجمع دیکھا۔ باہر دنیا کی حالت یہ ہے کہ آدمی پھرتا ہے تو انسان کو یاس اور نا امیدی ہو جاتی ہے کہ اسلام کا کیا ہوگا۔ مگر یہاں آج ایک نماز میں شرکت سے امید بڑھ جاتی ہے۔ کہ اسلام زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ حضور اقدسؐ کا ارشاد ہے : لایزال طائفۃ من امتی۔ الخ کا نمونہ سامنے آجاتا ہے۔ یہاں نہ دولت ہے نہ سیاست نہ حکومت نہ قوت۔ شب و روز دین کی خدمت واشاعت ہو رہی ہے۔ اور یہ سب اللہ کا کرم اور اسکی توفیق ہے۔ اگر ہم یہ کام نہ کریں تو خدا خود دین کی حفاظت کرے گا۔ ہمیں غرور نہیں کرنا چاہئے اگر ہم دین کی خدمت نہ کریں تو خدا تار عنکبوت سے بھی یہ خدمت لے سکتا ہے۔ غار ثور میں ایک عنکبوت (مکڑی) کے جالا سے حضورؐ کی حفاظت کرائی۔ اگر ہم دین کے لئے کمربستہ نہ ہوئے تو خدا اوروں سے یہ کام لے لے گا۔ ایک شخص نے جہاد

میں بڑی بہادری دکھائی کئی کافروں کو قتل کیا۔ صحابہؓ نے کہا فلاں شخص نے بڑی ہمت کی بڑا کام کیا حضورؐ نے فرمایا: ٹھیک ہے مگر وہ تو جہنمی ہے۔ صحابہؓ حیران ہوئے اور پیچھے لگ گئے کہ جہنمی ہونے کے ظاہری علامات بھی دیکھ سکیں۔ حضورؐ کی بات تو غلط نہیں ہو سکتی، کل لڑائی ہوئی تو وہ زخمی ہوا۔ اور اس کے بعد خودکشی کر لی۔

حضورؐ نے فرمایا: ان اللہ یؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر۔ خدا اس دین کی تائید فاجروں سے بھی فرما لیتے ہیں۔ جب آپ مدینہ طیبہ ہجرت فرما رہے تھے، تو سراقہ کے ہاتھوں آپ کی حفاظت کرائی اور راستہ کی نگرانی کرتا رہا۔

—— تو بھائیو! خدا کا ہم غریبوں پر بڑا احسان ہے۔ نہ کہ ہمارا کوئی کمال۔ یمنون علیکم ان اسلموا قل لا تمنوا علی اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھداکم للایمان۔ یہ آپ پر اپنا اسلام لانا جتلاتے ہیں۔ تو کہہ دے کہ ایسا مت کرو، بلکہ خدا کا تمہارے اوپر احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی رہنمائی کی۔ تو یہ اللہ کا کرم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مدرسہ اس مرکز تبلیغ اور اس تبلیغی کام کو بہت ترقی دے اور قیامت تک اسے دین کے پھیلانے کا سرچشمہ بنا دے۔

بھائیو! بڑی خوشی ہے کہ تبلیغ کے ساتھ یہاں مدرسہ بھی قائم کیا گیا ہے۔ تبلیغ کرنے والے کو علوم کی ضرورت ہے کہ وہی کہہ سکتا ہے، جسے خود معلوم ہو۔ تو اللہ تعالیٰ ان حضرات کے درجات بلند کرے کہ تبلیغ کے ساتھ تعلیم اور مدرسہ کا بھی انتظام کیا گیا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ تبلیغ اور تعلیم، عمل اور علم لازم ملزوم ہیں۔ من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین۔ اللہ جس کے ساتھ خیر عظیم کرنا چاہے تو اسے فقاہت فی الدین سے نواز دیتا ہے۔ تو اللہ نے آپ کو دین کے راستہ پر لگا کر بڑا کرم کیا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ایسے مراکز سے اور اکابر کی برکات سے وابستہ کر کے مالا مال فرما دے۔ یا ارحم الراحمین ان کوششوں کو قبول فرما کر اسے اسلام کے غلبہ اور اشاعت کا ذریعہ بنا دے۔ آمین۔

دارالعلوم دیوبند کے عظیم فرزند حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ ایک انقلابی شخصیت اور اس کے انقلاب آفرین

افادات و ملفوظات

مرتبہ:۔ محمد سرور

۵۰۰ صفحات۔ سائز ۱۸×۲۳ سفید کاغذ۔ مجلد آفسٹ طباعت۔ قیمت سولہ روپیے پچاس پیسے۔

سندھ ساگر اکادمی۔ چوک مینار۔ انارکلی —— لاہور

الحق کا سوالنامہ اور اسکے جوابات

سلسلہ :۔

میری علمی اور مطالعاتی زندگی

—— مولانا لطافت الرحمان سواتی۔ جامعہ اسلامیہ بہاولپور ——

برادرم مکرم ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ کافی عرصہ سے مراسلت نہیں ہوئی۔ البتہ "الحق" اقامہ اللہ وادامہ۔ میں سیر بلخ وغیرہ تمام چیزوں کی سیر ہوتی رہتی ہے۔ اس وقت باعث تحریر ماہ ستمبر کا اداریہ بعنوان "ہماری دینی درسگاہیں" ہے جس سے ملتا جلتا البلاغ کا اداریہ بعنوان "علماء کے لئے لمحۂ فکریہ" بھی ہے۔ اس کے بارے میں چونکہ اکابر علماء اور چند بزرگ علمی ہستیاں اب بھی بحمد اللہ ہم میں موجود ہیں۔ لہٰذا ہماری طرف سے کسی خامی اور خرابی کی نشاندہی یا تجویز و مشورہ تو چنداں مفید نہیں ہے۔ تاہم دردِ دل کا اظہار ہی کر رہا ہوں جس کا آپ نے موقع فراہم کیا ہے۔ یعنی آپ کے سوالات کے جوابات بالترتیب ذیل میں عرض کرتا ہوں :

۱۔ میرے نزدیک علمی زندگی کے میدان میں کتب، اور مصنفین کے تاثر کے سلسلہ میں صرف ان حضرات کے نام لئے جاسکتے ہیں۔ جن کی کتابوں سے درسِ نظامی کا حاوی اور ہمہ گیر خاکہ تیار کیا گیا تھا۔ جن پر دستِ ستم دراز ہے۔ یعنی ایک ایک کرکے سب کو نصاب تعلیم سے یا تو خارج کیا گیا ہے یا خارج کرنے کے منصوبے اور تجاویز بن رہی ہیں۔ آگے اس مفید اور بنیادی نصاب تعلیم میں کس کس کا نام لیا جائے۔ مثلاً علم حدیث میں صحت وقوت اور عظیم تر مقبولیت کے لحاظ سے محدث جلیل امام المحدثین محمد بن اسماعیل کی جامع صحیح سے لیکر درس نظامی کی ابتدائی کتابوں علم الصیغہ۔ فصول اکبری۔ نور الایضاح۔ تہذیب اور ایساغوجی وغیرہ تک، کونسی کتاب ہے جس کے بغیر نصاب تعلیم کو مفید کہا جا سکے۔

پھر اس بدایت ونہایت کے درمیانی عرض وعریض میں قاضی ناصر الدین بیضاوی کی تفسیر "انوار التنزیل فی اسرار التاویل" کا ذکر کیا جائے۔ جو کشاف کے خرابیات کو صاف اور سلیس کرکے مناسب اور ضروری حذف وترمیم اور جرح وتعدیل کے بعد مرتب کی گئی ہے۔ یا فن بلاغت اور تعبیر و عبارت کی سلاست و

جودت ہیں علامہ سعدالدین تفتازانی کا اور فن منطق میں جلال الدین دوانی اور حمداللہ سندیلی کا۔

جن کا کلام نہایت صاف ستھرا، مطلب خیز اور جامع ومانع ہے۔ یا سید السند کا نام لیا جائے۔ جن کے علم کا بحر ذخار تمام علوم وفنون پر حاوی ہے۔ اور جن کی کتابیں شرح مواقف سے لیکر نحو میر تک تمام افید وانفع ہیں اور اس قدر سنجیدہ اور نقاد ذہن کے مالک ہیں کہ خطیب قزوینی کی شرح مفتاح دیکھ کر فرماتے ہیں: انہ کالحم یقبر علیہ خبائیہ۔ (فوائد بہیہ مصری ص۱۲۷)

اسی طرح سید زاہد کی دقیقہ سنجی، نکتہ رسی، اور علمی دقت، وغموض قابل داد ہے۔ جن کا ایک ایک حاشیہ دفتر علوم قرار دیا جا سکتا ہے۔

یا علامہ ابن حاجب کی اختصار پسندی اور وہ جچے تلے جملے جن میں بال برابر حک و فک کی گنجائش نہیں ہے۔ اور متعلقہ قواعد وضوابط بہ مخالب عقاب کی طرح منتشب اور مرتکز ہیں۔ یا عبدالرحمان جامی کے قیود و احترازات یا صدرالشریعہ کا وہ بارعب اور باوقار طرز بیان تحریر کیا جائے جس میں کچھ شوشے نکالنے کیلئے علامہ تفتازانی جیسوں کی کوشش ناکام ہو۔

یا محب اللہ بہاری کی دونوں درسی کتابوں کو لے لیا جائے جن میں "سلم العلوم" تو منطق کی کلیات، مسلمات خلافیات اور بلند وبالا تحقیقات کا ایک شاہکار ہے۔ اور اصول فقہ میں — "مسلم الثبوت" بھی مسلم الثبوت ہے۔ جس میں محب اللہ نے مسائل خلافیہ، عقلیہ، نقلیہ، کلامیہ، اصولیہ کو تقلید و اتباع سے بالا بالا ہو کر "تعادلہم" اولاً وثانیاً وثالثاً و رابعاً۔ فصاعداً کہہ کر طرز استدلال کا ایک عمدہ اور مختصر ڈھنگ نکالا ہے۔

بہرکیف ان مصنفین اور تصنیفات نے نہ صرف مجھ جیسوں کو متاثر کیا ہے بلکہ ان کتابوں ہی کے نصاب تعلیم سے ماضی قریب کے مرحومین میں محمد قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، محمود الحسن دیوبندی اشرف علی تھانوی، انورشاہ کشمیری، حسین احمد مدنی، محمد ابراہیم بلیاوی، اعزاز علی امروہی، مفتاح الدین سواتی جیسی ہستیاں بن گئی ہیں (رحمہم اللہ وایانا وجعل الجنۃ مثواہم و مثوانا) اور موجودین میں سے رسول خان ہزاروی، شمس الحق افغانی، محمد شفیع دیوبندی، محمد یوسف بنوری، محمد ادریس کاندھلوی۔ عبدالحق اکوڑہ خٹک۔ محمد موسیٰ خان ڈیروی وغیرہ وغیرہ تیار ہوئے ہیں جن کی سندوں میں درج بالا علماء سابقین اپنی اپنی جگہ پر موجود ہیں۔ اور موجودین تلامذہ کے بالواسطہ اساتذہ ہیں۔ خیر یہ تو سے

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم   چنانچہ حرف عصا گفت موسیٰ اندر طور

— رہی یہ بات کہ ان حسن کتابوں نے مجھ پر کیا نقش چھوڑے۔ سو وہ یہ کہ سے

ہمہ شہر پر ز خوبان منم و خیال ماہے   چہ کنم کہ چشم بدبین نہ کند بکس نگاہے

مطلب یہ کہ اب ہمارے سامنے فجر الاسلام سے لیکر مساد الاسلام تک جدید فکر کی تمام علمی معلوماتی کتابیں موجود ہیں۔ لیکن مذکورہ بالا سلسلہ درس نظامی کی کتابوں کی قوت و پختگی، جودت وافادیت کا مقابلہ ہرگز نہیں کرسکتی ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وقت اور معلومات کے لحاظ سے یہ سلسلہ بجائے خود مفید اور نافع ہے۔ اس بارے میں مجھے تو خاص طور پر اس بات سے بھی ایک گونہ کوفت ہوگئی ہے۔ کہ حضرت مولانا یوسف صاحب بنوری نے کافیہ ابن حاجب کے بدلے نصاب تعلیم میں اس جدید کتاب کی تجویز یا سفارش فرمادی ہے۔ جس کے مرتبین میں آپ خود بھی شامل ہیں۔

۲۔ ایسی کتابوں اور ان کے مصنفین کی خصوصیات کا ذکر تو ہو ہی گیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ کتابیں نصاب تعلیم کا سنگ بنیاد ہیں اور انہی مصنفین ہی کے پختہ طرز و طریق سے کسی طالب علم کی علمی زندگی مضبوط اور وسیع بنیادوں پر استوار ہوسکتی ہے۔ علاوہ ازیں علوم و فنون کے قدیم اسفار اور وقت حاضر کے جدید انظار وافکار کی حیثیت ثانوی، ثالثی، رابعی و ھلم جرا ہے۔ گویا علمی میدان کے پھیلاؤ سے صحیح طور پر مستفید اور مستفیض ہونا انہی بنیادی کتابوں کا مرہون منت ہے۔ اور یہی میری نظر میں ان کتابوں کی خصوصیت اور امتیاز ہے۔

۳۔ مجلات اور جرائد میں سے شغف تو الحق، بینات، البلاغ دارالعلوم دیوبند کا عربی جریدہ۔ دعوۃ الحق وغیرہ۔ اسی طرح کے دینی علمی معلوماتی جرائد و رسائل سے ہے۔ خدام الدین اور بعض دیگر رسائل پر بھی ایک طائرانہ نظر ڈالتا ہوں۔ اردو ادب اور زور بیان کی سیر کی خاطر چٹان، فاران، اور چیدہ دلچسپ معلومات کے لئے اردو ڈائجسٹ بھی (لابالالتزام) دیکھتا ہوں۔

ظاہر ہے کہ قارئین جرائد میں سے جن کا ذہن دین و مذہب اور علوم نبوت سے وابستہ ہوگا۔ تو اس کے معیار پر مذکورہ بالا جرائد ہی پورے اتریں گے۔ ع خیال اپنا اپنا پسند اپنی اپنی۔

۴۔ میں اپنی تعلیمی زندگی میں دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ میں سے حضرت مولانا اعزاز علی نیز مدرسہ عالیہ رامپور کے پرنسپل امام المعقولات مولانا فضل حق صاحب اور اسی طرح شیخ العرب والعجم علامہ مدنی سے بہت متاثر رہا ہوں۔ جن میں سے طلباء کی تعمیر و تربیت، ہر نقل و حرکت، گفتار و کردار پر سخت مصلحانہ مربیانہ احتساب اور ساتھ ہی محنتی اور قابل طلبہ سے بے پناہ محبت و شفقت کا پیکر تو اول الذکر ہی تھے۔ جبکہ ثانی الذکر نہایت بلند دماغ۔ ظریف الطبع اور علمی بلند و بالا اور مختصر تشریح و تعبیر میں طلبہ کیلئے ایک زبردست جذب و کشش اور شوق و وجد کے مالک تھے۔

امور عامہ شمس بازغہ وغیرہ متعلقہ دروس میں جہاں کوئی خاص نکتہ بیان فرماتے تو ہر شریک درس

سے پوچھ کر اس کا مبلغ ذہن معلوم فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ان کا یہ معمول اکثر کا درس میں علمی مسابقت و مبارزت اور ان کے علمی نشو و نما کے سلسلہ میں ایک ارتقائی عمل ثابت ہوتا تھا۔ اور ثالث الذکر تو باوجود اس قدر ارفع و اعلیٰ مقام اور فیاض طبیعت کے مالک ہونے کے باوجود طلبہ کی اخلاقی اور تنظیمی خامیوں کے بالکل روا دار نہ تھے۔ چنانچہ طلباء کے بعض بظاہر معمولی قسم کی غلطی اور فروگزاشت پر سال دو سال یا ہمیشہ کیلئے دار العلوم دیوبند میں داخلہ سے محروم کرنا ان کے خصوصی مشہور فیصلہ جات ہیں۔

۵۔ میرے خیال میں وقت حاضر کے جدید حوادث و نوازل کے مقابلہ یا استیصال کیلئے ماضی قریب اور حال کے علماء امت میں سے بالترتیب، علامہ سید محمود آلوسیؒ کی روح المعانی، حضرت شاہ ولی اللہ کی تصنیفات اور بعد ازاں ان کے خلفاء صالحین و صادقین اکابر علماء دیوبند میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سید انور شاہ کشمیریؒ مولانا شبیر احمد عثمانی۔ مولانا مناظر احسن گیلانی اور جناب قاری محمد طیب صاحب وغیرہم کی تصانیف کا مفید اور کار آمد ہونا ظاہر ہے۔ جن میں سے ہر ایک "ہر گلے را رنگ و بوی دیگر است" کے مصداق اور مجموعی طور پر "لا یزال طائفۃ من امتی منصورین لا یضرھم من خذلھم حتی تقوم الساعۃ" کے سچے نمونے ہیں۔

۶۔ متذکرہ فتنوں میں سے بعض کا پس منظر خدا و رسول اور شریعت و اسلام سے بیزاری اور بعض کا عداوت اور دشمنی ہے۔ پھر اس بیزاری یا عداوت کا ردّ عمل ہی یہ تخریبی، الحادی اور تجددی فتنے ہیں۔ جن سے نمٹنے کیلئے بحمد اللہ تعلیمات دین میں ہر طرح کا سامان اور کتابیں موجود ہیں۔

انکار حدیث، عقلیت، اباحیت کا تو کوئی قوی مستدل نہیں ہے۔ قادیانی دھرم بھی دلیل و حجت کے لحاظ سے کچھ واہی تباہی قسم کا زندیقانہ مالیخولیا ہے۔ بہر کیف بعض فتنوں کے بعض مواد کیلئے مقدمہ تفسیر حقانی معلومات افزا ہے۔ حضرت شاہ صاحب کی کتاب "عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام" اور اکفار الملحدین وغیرہ اپنے اپنے مقصد میں اقویٰ و اوقع ہیں۔ تجدد اور مغربیت کیلئے "اقبالیات" کا مخلصانہ حصہ بھی نہایت کار آمد ہے۔ "لوہے کا توڑ لوہا ہی ہو سکتا ہے۔"

بادی النظر تو امت مسلمہ کے جدید طبقہ کے لئے ایک ذہنی تمدنی بلکہ اقتصادی و معاشی ہر طرح سے ایک وبا بھی ہے جس کے سنجیدہ علمی احتساب کیلئے مذکورہ بالا دینی علمی پاکیزہ جرائد و رسائل نیز علماء حقانیین کا قیمتی لٹریچر کافی موجود ہے۔ اور اگر بعض بے جا تنقید و تنقیص اور غیر ضروری مشاجرت و منافرت سے قطع نظر کیا جائے تو مولانا مودودی صاحب کا قلم بھی بعض فتنوں کے لئے کاری ضرب کا کام دیتا ہے۔ مگر افسوس کہ موصوف کو مذہب سے زیادہ اپنی سیاست یا سیاسی

موقف سے دلچسپی ہے۔ خاص کر علماء حقانیین یعنی علماء دیوبند سے تو اس تحریک کے اصاغر و اکابر کو نفرت اور بدظنی ہے۔

۷۔ سائنسی اور معاشی مسائل میں صحیح ترجمانی کرنے والی کتابوں سے میرا کوئی خاص لگاؤ نہیں رہا ہے۔

۸۔ نصاب درس کے سلسلہ میں میرا موقف واضح ہوگیا ہے۔ وہ یہ کہ میں مدارس عربیہ کے نصاب کے لئے صرف اور صرف پرانے مجوزہ درس نظامی کا قائل ہوں۔ اسی کو مفید تر اور اقوم و احکم سمجھتا ہوں اور اسی میں فنی۔ کتابی۔ کلی۔ جزوی کسی طرح کے رد و بدل اور حذف و ترمیم کا روادار نہیں ہوں۔ پھر میں اپنے اس موقف کے ہوتے ہوئے نصاب تعلیم میں تبدیلیوں کا مشورہ کیونکر دے سکتا ہوں۔ بلکہ نصاب میں کی گئی تبدیلیوں کے خلاف بھی میرا سخت احتجاج ہے۔ مگر کون سنتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک روز جب حضرۃ الاستاذ جناب علامہ افغانی صاحب دامت برکاتہم محکمہ اوقاف کیطرف سے اس کمیٹی میں لاہور بلائے گئے۔ جو ہر سال درس نظامی میں قطع و برید اور حذف و تخفیف کرتی ہے۔

تو میں نے حضرت کو ایک مسٹر صاحب کی پتلون کا قصہ سنایا جبکہ وہ مناسب مقدار سے کچھ لمبی بنی ہوئی تھی۔ اور صبح کو جب مسٹر صاحب دفتر جانے لگے تو اہلیہ صاحبہ سے کہا کہ میری نئی پتلون کچھ لمبی ہے۔ میں اس کو آج چھوڑ رہا ہوں۔ گھر کی مشین سے اس کو چار انگل کم کر دیجئے گا۔ اہلیہ صاحبہ نے انکار کیا اور کہا کہ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ گھر سے نکلتے وقت اپنی ایک لڑکی سے کہا، اس نے بھی انکار کیا۔ راستہ میں اپنا ایک نوکر علاوہ بھی مشین پر کام کرنا جانتا تھا۔ لیکن اس نے بھی بہانہ بنا کر ٹال دیا۔

خیر۔ مسٹر صاحب مایوس ہو کر دفتر چلے گئے۔ واپسی پر شام کو کسی سے بات بھی نہ ہوئی۔ آئندہ صبح کو جب دفتر جانے لگا تو سوچا نئی پتلون ہے، کچھ لمبی ہی کم کرنے کی تو کسی نے زحمت نہ کی چلو پہن کر دفتر چلتا ہوں۔ جب پہننے لگا تو وہ گھٹنوں تک پڑھ چکی تھی۔ کیونکہ جس جس سے کم کرنے کو کہا تھا ان میں سے ہر ایک نے انکار کے باوجود چار چار انگل کی کمی کر دی تھی اور ایک دوسرے سے بے خبر تھے۔

حضرت الاستاذ خود بھی فرما رہے تھے کہ یہ تو علم کو ختم کرنا ہے۔ بلکہ بعد میں فرمایا کہ میں نے نصاب تعلیم سے علمی بنیادی کتابوں کے نکالنے کی سخت مخالفت کی تھی۔ بہر صورت قصہ یہی ہے کہ علم ایسے لوگوں کے ہاتھ میں چلا گیا ہے۔ کہ جن کا مقصد زیست علم کا حلیہ ہی بگاڑنا ہے۔ فالی اللہ المشتکی۔

میرا یہ احتجاج اس وجہ سے ہے کہ اگر مدارس عربیہ کے طلبہ کو نصاب تعلیم کے ذریعہ وقت حاضر کے تمام مذہبی اور مادی و معاشی علوم سے مکمل طور پر روشناس کرنا ہے تو یہ تو تقریباً ناممکن ہے۔ نیز ان علوم کے ہر ہر شعبہ کیلئے جداگانہ تعلیم گاہیں موجود ہیں۔ پھر یہ کہ بعض علوم کے کسب و تحصیل کی راہیں بعض

دوسروں سے مختلف بلکہ کسی حد تک متضاد ہیں۔

چنانچہ اس لحاظ سے مدارس عربیہ کے طلباء کو اگر بیک وقت اچھا مدرس، مصنف، عالم اور ساتھ ہی مسائل حاضرہ اور فنونِ رائجہ کا پورا ماہر اور سٹیج کا بھی بادشاہ بنانا ہو جو زمین و آسمان کے قلابے ملا سکتا ہو تو یہ تو ؎ خیال است و محال است و جنوں۔

اور اگر ان درسگاہوں کی روایات اور بنیادی مزاج کے تقاضوں میں علماء، مدرسین، مصنفین، مبلغین، مقربین، منتقین اور صالحین تیار کرنے ہیں تو پھر نصاب تعلیم کے لئے وہی درس نظامی صرف مناسب نہیں بلکہ لازم اور ضروری ہے۔

دراصل درسِ نظامی کا مجوزہ قدیم خاکہ ہی تمام علوم و فنون کی ان بنیادی کتابوں سے تیار کیا گیا ہے جن کے بغیر عالم کامل بننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

میرے اس جمود و قدامت کی تائید و تقویت دارالعلوم دیوبند کے اس نصاب تعلیم سے بھی ہوتی ہے۔ جو میرے سنِ فراغت (۱۳۵۷ھ) میں ۸۳ عدد کتابوں پر مشتمل تھا اور روزانہ ان کتابوں کا درس ہوا کرتا تھا۔ ان میں شفاء۔ شرح اشارات۔ تحریر اقلیدس خلاصۃ الحساب سبع شداد لبست باب شمس بازغہ۔ عروض المفتاح رسم المفتی۔ میر قطبی۔ رشیدیہ مناظرہ وغیرہ ہر طرح کی چھوٹی موٹی کتابیں داخلِ نصاب تھیں۔ جبکہ اس وقت پاکستان کے بالائی مدارس کے نصاب میں روزمرہ پڑھائی جانے والی کتابوں کا شمار شاید تیس ۳۰ تک بمشکل ہی پہنچتا ہو۔ ؎ ببین تفاوت راہ از کجا است تا بہ کجا۔

ھذا والسلام وبالسلام الاختتام

علمی فکری دولت ـــ نشانِ راہ

اذان سحر

مفکرِ اسلام، زعیم ملت مولانا مفتی محمود صاحب وزیر اعلیٰ سرحد

کی

سحر انگیز تقاریر اور معلومات آفرین انٹرویوز

کا حسین و جمیل مجموعہ

صفحات ۱۲۵ - قیمت دو روپیہ پچاس پیسے - آج ہی طلب فرمائیں۔

عزیز پبلی کیشنز ۵۶ میکلوڈ روڈ۔ لاہور

صدر پاکستان کے نام کھلی چٹھی

شیعہ مطالبات

پاکستان کو
شیعہ سٹیٹ
بنانے کا
پیش خیمہ
ہیں

اہل سنت والجماعت

بخدمت جناب صدر جمہوریہ پاکستان بالقابہ

عالیجاہ! اخبارات سے معلوم ہوا ہے کہ شیعہ فرقہ نے آنجناب کی حکومت سے چند مطالبات کئے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حکومت ان مطالبات پر غور کر رہی ہے۔

چونکہ سنی مذہب اور شیعہ مذہب میں اصولی و بنیادی اختلافات ہیں۔ اس لئے ان مطالبات کی منظوری کا اثر دینی نقطۂ نظر سے پوری ملّت اہلسنت والجماعت پر پڑے گا۔ اس لئے اس مسئلہ کے بارے میں ہم سنیان پاکستان جناب والا خدمت میں بہت ادب کے ساتھ چند گذارشات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

اگر شیعہ دینیات الگ کرنے پر شیعوں کا اصرار رہا ——————— تو پھر ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ:

(الف) شیعہ دینیات کا شعبہ بالکل الگ کر دیا جائے جسکا نگران شیعہ ہو اور شعبہ سنّی دینیات کا نگران ہمیشہ سنی ہونا چاہیئے۔ دونوں شعبے کسی شیعہ کی نگرانی میں کبھی نہ دیئے جائیں۔

(ب) پاکستان میں شیعوں کی آبادی، تین چار فیصد سے زیادہ نہیں ہے۔ لہٰذا ان کے شیعہ دینیات پر اخراجات بھی اسی تناسب سے کئے جائیں۔

۲۔ شیعوں کے دوسرے مطالبہ تقسیم اوقات پر بھی ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن اس بارے میں بھی ہمارے مندرجہ ذیل مطالبات ہیں:

(الف) سنّی وقف بورڈ الگ ہو جس کے سربراہ، ارکان، ملازمین سب کے سب سنّی ہوں۔

کسی شیعہ کا اس سے کوئی تعلق نہ ہو۔

(ب) تقسیم اوقاف یا مصارف وغیرہ کے بارے میں کوئی ایسی صورت نہ اختیار کی جائے جس سے اہلسنت کی حق تلفی ہو۔ ان کے حقوق و مفاد کا لحاظ لازماً رکھا جائے۔ اور شیعوں کو ان کے حق سے زائد فائدہ اٹھانے کا موقع نہ دیا جائے۔ نیز یہ کہ اس سلسلہ میں سنی علماء اور نمائندوں سے مشورہ کئے بغیر کوئی قدم نہ اٹھایا جائے۔

۳۔ شیعوں کا تیسرا مطالبہ یہ ہے کہ عام نصاب تعلیم سے ان مضامین کو خارج کر دیا جائے جو شیعی نقطۂ نظر سے قابلِ اعتراض ہیں۔ جناب والا۔ اس فرقہ کا یہ مطالبہ بالکل خلافِ انصاف نہایت فتنہ انگیز اور اہلسنت والجماعت کے لئے سخت مضرت رساں ہے۔ ہم اہلسنت کسی طرح اس مطالبہ کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہو سکتے۔

محترما! شیعہ مذہب کی بنیاد ہی صحابۂ کرام کی عداوت اور دشمنی پر ہے۔ اس لئے ہر وہ کتاب یا مضمون ان کے نزدیک قابلِ اعتراض ہے۔ جس میں حضرات خلفاء راشدین سادا تنا حضرت صدیق اکبر و حضرت فاروق اعظم و حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہم یا دیگر صحابہؓ مثلاً حضرت معاویہؓ و حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا تذکرہ مدح و ستائش کے ساتھ ہو۔ ایسے مضامین کو نصاب سے نکال دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہماری آئندہ نسل شیعہ ہو جائے۔ اور اس تبدیلی کے یہ معنی سمجھے جائیں گے کہ مملکت پاکستان نے شیعہ مذہب کو سرکاری مذہب بنا لیا ہے۔ جملہ صحابہ کرام کی محبت و عظمت مذہب اہلسنت کا ایک اہم ستون ہے۔ جس کے بغیر مذہب باقی نہیں رہ سکتا۔ شیعوں کے اس مطالبہ کو منظور کرنے کا نتیجہ پاکستان میں مذہب اہلسنت کے خاتمہ کی صورت میں نکلے گا۔ ظاہر ہے اس تبدیلی کو پاکستان کے اہلسنت کبھی برداشت نہیں کر سکتے۔ اسکی وجہ سے ان میں ہیجان عظیم پیدا ہوگا۔ اور غم و غصہ کی ایسی آتشیں بڑھے گی جسکا بجھا دینا غیر ممکن ہوگا۔ اس لئے ہماری مؤدبانہ گزارش ہے۔ کہ شیعوں کے اس مطالبہ کو ہرگز نہ منظور فرمایا جائے اور اگر پچھلی حکومت نے اسے منظور کر لیا ہو تو اسے منسوخ فرمایا جاوے۔

۴۔ شیعوں کا چوتھا مطالبہ یہ ہے کہ ان کے مذہبی جلسوں اور جلوسوں پر سے ہر قسم کی پابندی اٹھا لی جائے۔ یہ مطالبہ بھی فتنہ انگیز اور خلافِ انصاف ہے۔ صحابہ کرامؓ خصوصاً حضرات خلفاء ثلاثہ و حضرت معاویہؓ پر سب و شتم کرنا شیعوں کا شیوہ ہے۔ لیکن اہلسنت کے خوف سے علی الاعلان ایسا کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ لیکن جہاں اہلسنت کو کمزور پاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا مقابلہ

نہ کر سکیں گے۔ وہاں برملا اصحاب رسول کی شان میں بے ادبی و گستاخی کرتے ہیں، ان کے اس طرزِ عمل کی وجہ سے پاکستان میں بکثرت شیعہ سنّی فساد ہو چکے ہیں۔ اور برابر ہوتے رہتے ہیں۔ باوجودیکہ ان کے اس قسم کے جلوسوں پر کچھ پابندیاں بھی لگی ہوئی ہیں۔ اگر انہیں آزاد کر دیا گیا تو پورے پاکستان میں شیعہ سنّی فسادات کی آگ لگ جائے گی۔ جو پاکستان کے لیے مضرت رساں، حکومت کے لئے دردِ سر اور ہر محب پاکستانی کیلئے باعثِ تشویش و افسوس ہو گی۔

نظر بریں ہماری مودبانہ گذارش ہے کہ ان کا یہ مطالبہ ہرگز منظور نہ فرمایا جائے۔ بلکہ ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ ان کے جلسہ اور جلوسوں پر مندرجہ ذیل پابندیاں عائد کی جائیں کیونکہ موجودہ پابندیاں ناکافی ہیں۔

(الف) ان کے مذہبی جلسوں، مجالس عزاء، اور جلوسوں کی تعداد متعین ہو۔ جسے مقرر کرنے کے لئے اہلسنت والجماعت کے نمائندوں اور علماء سے بھی مشورہ کیا جائے۔ اور ان کے مشورہ کو موثر حیثیت دی جائے۔ تعدادِ معینہ سے زائد جلسوں، مجالس اور جلوسوں کی اجازت نہ دی جائے۔

(ب) جلوسوں کے اوقات اور راستے بھی متعین ہوں۔ کسی دوسرے راستے سے یا کسی دوسرے وقت جلوس نکالنے کی اجازت نہ دی جائے۔

(ج) علی الاعلان کسی صحابی کی شان میں گستاخی کو قابل تعزیر جرم قرار دیا جائے۔

(د) شیعہ از محرم تا ربیع الاوّل اپنے امام باڑوں اور گھروں میں ماتم اور مرثیہ خوانی کرتے ہیں۔ نیز مجالس عزا برپا کرتے ہیں۔ جن میں بعض اوقات ایسی باتیں بھی کہتے ہیں جو سنّیوں کے لئے سخت دلآزار اور اشتعال انگیز ہوتی ہیں۔ اس سے فتنہ و فساد کا اندیشہ ہوتا ہے۔ لہذا ان پر یہ پابندی عائد کی جائے کہ مندرجہ بالا کام خاموشی کے ساتھ اس طرح انجام دیں کہ اہلسنت کو تکلیف نہ ہو۔ اس کیلئے لاؤڈ سپیکر کی آواز کا محدود کرنا نہایت ضروری ہے۔ اور ان احکام کی خلاف ورزی کو قابل سزا جرم قرار دیا جائے۔

۵۔ اخبارات سے یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ اصلاح نصاب تعلیم کے لئے کوئی کمیٹی مقرر کی جائے گی۔ اس سلسلہ میں ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ:

(الف) اس کمیٹی میں اہلسنت والجماعت کے نمائندوں اور علماء کو ضرور شریک کیا جائے۔

(ب) تناسب آبادی کے اعتبار سے علماء و قائدین اہلسنت کی تعداد اس کمیٹی میں شیعی ارکان سے زائد ہونا چاہیئے۔

ہم ہیں آپ کے خیر خواہ

پاکستان کے اہلسنت والجماعۃ